بانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ

آئینۂ انجمن

محرم الحرام 1448ھ / جولائی 2026ء

شمارہ نمبر: 88

021-34993436-7

www.QuranAcademy.edu.pk

مرکزی دفتر انجمن خدام القرآن سندھ کراچی رجسٹرڈ B-375 علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6 گلشن اقبال، کراچی۔

آئینہ انجمن

فہرست مضامین

01	فرمان باری تعالیٰ و فرمان نبوی ﷺ	...	02
02	نئے ہجری سال کا پیغام: محاسبہ، توبہ اور تجدید عہد	ڈاکٹر انوار علی ابرار	03
03	حمد باری تعالیٰ و نعت رسول پاک ﷺ	افسر ماہ پوری / حسرت حسین حسرت	04
04	ملفوظات صدر مؤسس انجمن خدّام القرآن	ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ	05
05	اقتباس نگران انجمن خدّام القرآن	شجاع الدین شیخ	06
06	پیغام قرآن (چھٹی قسط)	حافظ انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ	07
07	خادم قرآن، مبلغ دین حافظ انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ	شجاع الدین شیخ	10
08	کیریئر کا انتخاب اور فیصلہ سازی	فاروق احمد	13
09	امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ	امین اللہ معاویہ	17
10	غور و فکر کا نتیجہ: گہرے رنگ	ام امان قدوائی	24
11	ہجرت: اسلامی تاریخ کا نقطہ آغاز	ابو رفیع معراج اللہ	26
12	ڈیجیٹل دور میں اولاد کی پرورش	احمد حمدی	29
13	فہم قرآن کے معمار: انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ	ابو سمیع مداخیلی	32
14	انجمن خدام القرآن کے تحت جاری سرگرمیاں	ماہانہ رپورٹ	35
15	شعبہ ملٹی میڈیا	ماہانہ رپورٹ	41

فرمان الٰہی جل جلالہٗ

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ [الانفال: 02]

ترجمہ: سچے مومن تو وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جب اللہ کی آیات انہیں سنائی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسا رکھتے ہیں۔

تشریح: اس آیت اور اس سے اگلی آیت میں مومنوں کی چند علامات ذکر کر کے بتلایا ہے کہ مومن ہونے کا وہی دعویٰ کرسکتے ہیں جن میں یہ علامات پائی جاتی ہوں، سر فہرست یہ ہے کہ جب ان کے تنازعات کے درمیان اللہ کا ذکر یا اس کا حکم آجائے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور وہ اس کی نافرمانی سے کانپ اٹھتے ہیں۔ دوسری علامت یہ ہے کہ جب ان پر اللہ کے احکام بیان کیے جائیں تو وہ بسر و چشم اس کی اطاعت کرتے ہیں جس سے ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان ایک ہی حالت پر نہیں رہتا بلکہ اللہ کی فرمانبرداری سے اس میں اضافہ اور اس کی نافرمانی سے اس میں کمی واقع ہوتی رہتی ہے اور تیسری علامت یہ ہے کہ جس کام کا انہیں حکم دیا جاتا ہے وہ اس کے جملہ اسباب تو اختیار کرتے ہیں مگر ان کا بھروسا ان اسباب پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے۔ اپنی پوری کوششوں کے بعد وہ اس کے انجام اور نتیجہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ (تیسیر القرآن۔ مولانا عبد الرحمن کیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَنِ عَائِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ، حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ» (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ کے خاص قاصد جبرائیل پڑوسی کے حق کے بارے میں مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میں خیال کرنے لگا کہ وہ اس کو وارث قرار دے دیں گے۔

تشریح: انسان کا اپنے ماں باپ، اپنی اولاد اور قریبی رشتہ داروں کے علاوہ ایک مستقل واسطہ اور تعلق ہمسایوں اور پڑوسیوں سے بھی ہوتا ہے، اور اس کی خوشگواری اور ناخوشگواری کا زندگی کے چین و سکون پر اور اخلاق کے بناؤ بگاڑ پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تعلیم و ہدایت میں ہمسائیگی اور پڑوس کے اس تعلق کو بڑی عظمت بخشی ہے اور اس کے احترام و رعایت کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ اس کا جزو ایمان اور داخلہ جنت کی شرط اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا معیار قرار دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پڑوسی کے حق اور اس کے ساتھ اکرام و رعایت کا رویہ رکھنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام مسلسل ایسے تاکیدی احکام لاتے رہے کہ مجھے خیال ہوا کہ شاید اس کو وارث بھی بنا دیا جائے گا، یعنی حکم آجائے گا کہ کسی کے انتقال کے بعد جس طرح اس کے ماں باپ اس کی اولاد اور دوسرے اقارب اس کے ترکہ کے وارث ہوتے ہیں اسی طرح پڑوسی کا بھی اس میں حصہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس ارشاد کا مقصد صرف یہ واقعہ بیان نہیں ہے، بلکہ پڑوسیوں کے حق کی اہمیت کے اظہار کے لیے یہ ایک نہایت مؤثر اور بلیغ ترین عنوان ہے۔ (معارف الحدیث)

نئے ہجری سال کا پیغام : محاسبہ، توبہ اور تجدید عہد

ڈاکٹر انوار علی ابرار

ایک اور سال ہماری زندگی سے کم ہوگیا۔ اگر اللہ کو راضی کر پائے تو الحمد للہ کام کا سال تھا اور خدانخواستہ نہ کر پائے تو بہت نقصان کا سال تھا۔ نیا سال ہمیں یاد دلاتا ہے کہ وقت تیزی سے گزر رہا ہے۔ اس موقع پر کرنے کا اول کام یہ ہے کہ اپنا محاسبہ کیا جائے، ہر مسلمان اپنے گزشتہ سال کے اعمال کا جائزہ لے۔

قرآن میں ارشاد ہے :

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَلۡتَنظُرۡ نَفۡسٞ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٖۖ [الحشر: 18]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے''۔

یہ آیت ہمیں دعوت دیتی ہے کہ ہم ہر وقت اپنا جائزہ لیں کہ آج اسی وقت اگر موت آجائے تو کیا ہم اپنے حساب کتاب کے لیے تیار ہیں؟ یہ جائزہ روزانہ ہو اور ہفتہ، مہینہ اور سال مکمل ہونے پر ہو۔ اپنا محاسبہ اگر دیانت داری اور دین کی صحیح تعلیمات کی روشنی میں ہو تو اس کا لازمی نتیجہ توبہ و رجوع کی صورت میں نکلتا ہے۔ توبہ کا مطلب ہے گناہوں پر ندامت، ان سے باز آنا اور آئندہ نہ کرنے کا عہد۔

حدیث میں ہے :

''توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہ ہو''۔ نیا سال ایک نئی شروعات ہو سکتا ہے، اس میں دل کو پاک کر کے اللہ کی طرف رجوع کرنے کا عزم اس سال کے بدلنے کو اہم بنا سکتا ہے، ورنہ اس کی اوقات ایک تاریخ کے بدلنے سے زیادہ نہیں! گویا کہ ''اے نئے سال بتا تجھ میں نیا کیا ہے؟''

بات صرف محاسبہ اور توبہ تک محدود نہ رہے، اگر محاسبہ صحیح ہے اور توبہ سچی ہے تو جان لیں کہ یہ اپنے نیک ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کا وقت ہے۔ ہمیں اپنے ایمان، عبادات، اخلاق اور تعلقات میں بہتری کا عہد کرنا چاہیے۔ یہ تجدید عہد ہمیں یاد دلائے کہ زندگی کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے۔ ایک مومن کی پہچان یہی ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا۔ نئے ہجری سال کی شروعات اہم ہو سکتی ہے اگر ہم واقعتاً جانیں کہ جو وقت ہمیں اس دنیا میں گزارنے کے لیے ملا ہے وہ بہت قیمتی ہے، اسے ضائع نہ کریں۔ اس کا ایک ایک لمحہ اپنے اصل مقصد حیات یعنی اللہ کو راضی کرنے کے لیے استعمال ہونا چاہیے۔

اپنے ماضی کا محاسبہ کریں، توبہ کے ذریعے دل کو پاک کریں اور آئندہ کے لیے نیک عہد باندھیں۔ یہی اصل کامیابی ہے اور یہی ہجری سال کا حقیقی پیغام ہے۔

حمدِ باری تعالیٰ جلّ جلالہٗ

یہ فصلِ گل بھی تِری، گلستان بھی تِرا — خزاں بھی تیری ہے، دشتِ تپاں بھی تیرا ہے
یہ مہر و ماہ درخشاں، یہ انجم و پرویں — یہ کہکشاں بھی تِری، آسماں بھی تیرا ہے
محیطِ عرش سے تا فرش ہیں ترے جلوے — وہ لامکاں بھی ترا، یہ مکاں بھی تیرا ہے
یہ گردِ راہ کے ذرّے، یہ پُرفشاں لمحے — زمیں تیری ہے یارب، زماں بھی تیرا ہے
ہزار نغموں سے بہتر تلاوتِ قرآں — یہ حسنِ صوت، یہ سحرِ بیاں بھی تیرا ہے
کہاں نہیں تِری آیت ہے بزمِ گیتی میں — یہ آنکھ بھی تِری، یہ سماں بھی تیرا ہے
تِرے حضور بجز اس کے کیا کہے افسرؔ — یہ حمد بھی ہے تِری، حمد خواں بھی تیرا ہے

(افسر ماہ پوریؔ)

نعتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ہر دور کا ہادی ہے تو پیکرِ قرآنی — تو رحمتِ عالم ہے تو جلوۂ رحمانی
یہ بات زمانے میں ہے باعثِ حیرانی — کی تیرے فقیروں نے عُسرت میں جہاں بانی
ہر ذرہ چمک اٹھا خاکِ عربستاں کا — صحراؤں نے دیکھی ہے ایثار کی طغیانی
آمد تری، انساں کی تاریخ کا سرمایہ — ممنونِ کرم تیری درویشی و سلطانی
ڈھایا ہے نہتوں نے شاہوں کے عزائم کو — تھی قوتِ ربانی وہ بے سرو سامانی
بنیاد جو اس کی ہے نامِ شہِ بطحا پر — ہے میرے گلستاں میں خوشبو کی فراوانی
اس نورِ مجسم کے جلووں میں نظر گم ہے — ہے جوہرِ آئینہ حسرت مری حیرانی

(حسرت حسین حسرتؔ)

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

داعیٔ انقلاب

اس میں ہرگز کوئی شک نہیں کہ اگر دنیا کے عام داعیانِ انقلاب پر قیاس کرتے ہوئے آنحضور ﷺ کو بھی داعیٔ انقلاب کے الفاظ سے یاد کیا جائے تو یہ یقیناً آپ کی تحقیر و توہین ہے، لیکن اس میں بھی ہرگز کوئی شک نہیں کہ 'داعیٔ انقلاب' کا اطلاق اگر نسل آدم کے کسی فرد پر بتمام و کمال ہو سکتا ہے تو وہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہیں! اس لیے کہ تاریخ انسانی کے دوران اور جتنے بھی انقلاب آئے وہ بشمول انقلابِ فرانس و انقلابِ روس سب کے سب جزوی تھے اور ان سے حیاتِ انسانی کے صرف کسی ایک گوشے ہی میں تبدیلی رونما ہوئی، جیسے انقلابِ فرانس سے نظامِ سیاسی اور ہیئتِ حکومت میں اور انقلابِ روس سے نظامِ معیشت کے تفصیلی ڈھانچے میں، جب کہ نبی اکرم ﷺ نے جو انقلابِ عظیم دنیا میں برپا کیا اس سے پوری انسانی زندگی میں تبدیلی رونما ہوئی اور عقائد و نظریات، علوم و فنون، قانون و اخلاق، تہذیب و تمدن، معاشرت و معیشت اور سیاست و حکومت الغرض حیاتِ انسانی کا کوئی گوشہ بھی بدلے بغیر نہ رہا۔

رہی آپ ﷺ کی انقلابی جدوجہد تو واقعہ یہ ہے کہ اس اعتبار سے بھی نسل انسانی کی پوری تاریخ میں کوئی دوسری مثال موجود نہیں ہے کہ کسی ایک ہی شخص نے انقلابی فکر بھی پیش کیا ہو، پھر دعوت کا آغاز بھی خود ہی کیا ہو، پھر تنظیمی مراحل بھی آپ ہی طے کیے ہوں اور پھر اس انقلابی جدوجہد کو کشمکش اور تصادم کے جملہ مراحل اور ہجرت و جہاد و قتال کی تمام منازل سے گزار کر کامیابی سے ہمکنار بھی کر دیا ہو۔ اور یہ نہایت محیر العقول کارنامہ اور حد درجہ عظیم معجزہ ہے نبی اکرم ﷺ کا کہ آپ نے ایک فردِ واحد سے دعوتِ حق کا آغاز فرما کر کل 23 برس (اور وہ بھی قمری) کی مختصر سی مدت میں اعلاءِ کلمۃ اللہ کا حق ادا فرما دیا اور سرزمینِ عرب پر دینِ حق کو بالفعل غالب و نافذ فرما دیا۔ فَصَلَّى اللّٰهُ عليهِ وسلَّم وفداه آباءنا وأُمَّهاتنا

(نبی کریم ﷺ کا مقصد بعثت)

اقتباس نگرانِ انجمن خدّام القرآن، کراچی

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

فضولیات اور دین دشمنی

ایسے کام جن میں دنیا کا کوئی جائز فائدہ نہ ہو اور نہ ہی آخرت کا کوئی فائدہ ہو،اُن کاموں سے دور رہنا ہی مومن کا شیوا ہے۔ آج ہم دیکھ لیں کہ ہمارا کتنا وقت سوشل میڈیا پر گزرتا ہے اور وہاں کس طرح کی غیر شرعی اور ایمان و اخلاقیات کے منافی چیزیں ہوتی ہیں۔ روزِ محشر اس وقت کا بھی ہم نے حساب دینا ہے اور جو کچھ ہم کر رہے ہیں اس کا بھی جواب دینا ہے۔ یہی احساس مومن کو فضول باتوں سے دور رکھتا ہے۔ لیکن کفار، مشرکین اور منافقین کا کام اللہ کے دین اور اس پر چلنے والوں کو نشانہ بنانا ہے۔ یہ معاملہ ماضی میں بھی ہوتا رہا اور آج بھی ہو رہا ہے۔ آج بھی دینداروں کا مذاق اُڑانے کے لیے، ان کو نشانہ بنانے کے لیے باقاعدہ مہمات چلائی جاتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر طبقہ میں اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں برے بھی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹروں میں بعض انسانیت کا درد رکھنے والے ہوتے ہیں لیکن اکثر فیس کے نام پر مریضوں کی کھال اُتارنے والے ہوتے ہیں۔ اسی طرح دیندار طبقہ میں دونوں طرح کے لوگ ہوتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ چند برے لوگوں کی وجہ سے پورے دینی طبقہ کو بدنام کرنا شروع کر دیا جائے۔ یہ بھی کٹ حجتی میں شمار ہوتا ہے۔

پھر ایک طبقہ وہ ہے جو سیکولر اور لبرل نظریات کے تحت مغربی ایجنڈے اور تہذیب کو ہمارے معاشرے پر مسلط کر رہا ہے، خلافِ شریعت قانون سازیاں کرتا ہے، نکاح کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرتا ہے اور زنا، فحاشی اور بے حیائی کے لیے راستہ ہموار کرتا ہے۔ جو کوئی اسلامی تہذیب اور معاشرت کے تحفظ کی بات کرے تو اس کے خلاف محاذ کھڑا کرتا ہے۔ حالیہ دنوں میں ایک معروف صحافی نے حکومت کو مشورہ دیا کہ اسلام آباد کے جم خانہ میں مردوں اور عورتوں کو الگ الگ وقت دیا جائے یا دونوں کے درمیان پردہ کیا جائے۔ اس کے بعد اس صحافی کے خلاف طوفانِ بدتمیزی برپا کر دیا گیا۔ یہ بھی کٹ حجتی کی ایک شکل ہے۔ اللہ کے دین کی بات کرنے والوں کے خلاف ہمیشہ یہی طرزِ عمل اپنایا گیا ہے۔ حضرت نوح، لوط، ابراہیم علیہم السلام اور حضرت محمد ﷺ سمیت تمام پیغمبروں نے مخالفین کی کٹ حجتیوں کا سامنا کیا ہے۔ یہ بھی جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ فرمائے۔ آمین

(ندائے خلافت، شمارہ نمبر 19، خطاب جمعہ امیر محترم شجاع الدین شیخ صاحب، 19 مئی 2026ء)

پیغام قرآن (چھٹی قسط)

حافظ انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ

حافظ انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان المبارک 1432ھ (مطابق 2011ء) میں قرآن اکیڈمی، ڈیفنس میں نمازِ تراویح کے دوران دورۂ ترجمہ قرآن کا شرف حاصل کیا۔ یہ مبارک سلسلہ نہ صرف سامعین کے قلوب کو منور کر گیا، بلکہ اس کی مکمل ویڈیو ریکارڈنگ بھی کی گئی، جو ''پیغامِ قرآن'' کے عنوان سے محفوظ اور دستیاب ہے۔

سورۃ البقرہ:

چوتھے رکوع میں کائنات کے اندر انسان کی عظمت اور اس کے بلند مقام کی وضاحت قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کی جا رہی ہے۔

وَ اِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَةً ؕ قَالُوۡۤا اَتَجۡعَلُ فِیۡهَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡهَا وَ یَسۡفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾

یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا تھا، بے شک میں زمین میں ایک خلیفہ (ایک نائب) مقرر کرنے والا ہوں، فرشتوں نے عرض کیا اے اللہ! کیا تو زمین میں ایسے کو خلیفہ بنائے گا جو اس میں فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا جب کہ ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح بیان کرتے ہیں اور تیری پاکیزگی کا اظہار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔

فرشتوں نے یہ اعتراض اس لیے کیا کہ وہ روبوٹ نہیں ہیں جن کی اپنی کوئی سوچ یا فہم نہ ہو۔ فرشتے شعور رکھنے والی مخلوق ہیں اور وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ زمین میں انسان کو خلیفہ بنا کر بھیجنے والے ہیں اور اسے اختیار عطا کریں گے۔ جہاں اختیار ہوتا ہے، وہاں اختیار کا غلط استعمال بھی ممکن ہے، اور یہ امکان موجود ہے کہ انسان زمین میں خلیفہ بننے کے بعد اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرے اور زمین پر فساد پھیلا دے۔

فرشتے اس حقیقت سے آگاہ تھے، اس لیے انہوں نے عرض کیا: ''اے اللہ! ہم تیری پاکیزگی بھی بیان کر رہے ہیں، اور تیرے ساتھ عبادت اور حمد کے اظہار میں مصروف ہیں۔ تو کیا ضروری ہے کہ زمین میں تو کسی اور کو اپنا نائب بنائے اور اسے خلافت ارضی عطا فرمائے؟''

وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَی الۡمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنۡۢبِـُٔوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۳۱﴾

اور اللہ نے آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیے۔ اللہ نے آدم کو کائنات کی ہر چیز کا علم عطا فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وہ چیزیں فرشتوں کے سامنے پیش کیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم اپنے اعتراض میں سچے ہو۔

قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَكِیۡمُ ﴿۳۲﴾

فرشتوں نے عرض کیا اے اللہ تو پاک ہے، ہمارے پاس کوئی علم نہیں سوائے اس کے جو تو نے ہمیں سکھایا، بے شک تو ہی سب کچھ جاننے والا اور کمال حکمت والا ہے۔

قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۚ فَلَمَّاۤ اَنۡۢبَاَهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۙ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ غَیۡبَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۙ وَ اَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَ مَا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ ﴿۳۳﴾

اب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا تم انہیں ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ جب آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دیے، تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے فرشتو! کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کے رازوں کو جانتا ہوں، اور میں وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

تمہاری نظر میں تسبیح و تحمید کی بڑی اہمیت تھی، اور تم نے اس کا ذکر کر کے یہ چاہا کہ زمین میں خلافت تمہیں مل جائے، جب کہ تم اس بات کو چھپا رہے تھے، لیکن میں علم کو زیادہ اہمیت دے رہا ہوں۔ یہ ہے فضیلتِ علم۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر کیوں فضیلت دی؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو علم عطا فرمایا۔

ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا، ان میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ایک عام آدمی پر ہے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمان اور زمین والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخ میں اور مچھلیاں اس شخص کے لیے جو نیکی و بھلائی کی تعلیم دیتا ہے خیر و برکت کی دعائیں کرتی ہیں۔ [سنن ترمذي، رقم الحديث: 2685]

عابد کی عبادت اپنی ذات کے لیے ہوتی ہے، جب کہ عالم کی محنت دوسروں تک فیض پہنچاتی ہے اور انہیں نفع دیتی ہے۔ عابد کی عبادت بھی دراصل عالم کی تعلیم ہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ عالم کی محنت سے دوسرے لوگ بھی غفلت سے نکلتے ہیں، جہنم سے بچنے کی فکر کرتے ہیں، اور جنت میں لے جانے والے اعمال اختیار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی علم کی اس فضیلت سے آگاہ فرمائے۔ ہمارا رجحان عموماً عبادات اور نوافل کی طرف زیادہ ہوتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک علم کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں علمِ نافع عطا فرمائے، ہمارے عمل میں بھی ترقی فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اس علم کو دوسروں تک پہنچا کر اپنے لیے صدقہ جاریہ بنا لیں۔

اب اس کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے فرشتوں کو ایک حکم دے رہے ہیں۔

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ

یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو، تو سب نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے۔

ابلیس فرشتہ نہیں تھا، اگر وہ فرشتہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہ کرتا۔ سورۃ الکہف میں آتا ہے کہ وہ جنات میں سے تھا، پس سب نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے۔

اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ ٘ۗ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ۝۳۴

اس نے انکار کیا اور تکبر کیا، اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔

اس کا تکبر کیا تھا؟ اس کی تفصیل سورۃ الاعراف میں آتی ہے کہ اس نے کہا اے اللہ، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا، لہٰذا میں آدم سے افضل ہوں۔

وَ قُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا ۪ وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝۳۵

اور ہم نے کہا اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں سکونت اختیار کرو، اور تم دونوں اس جنت میں سے جہاں چاہو، بافراغت اور اطمینان کے ساتھ کھاؤ، لیکن دیکھنا، اس درخت کے قریب نہ جانا، ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

دنیا کا معاملہ بھی یہی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دنیا کی بہت سی چیزیں حلال فرمائی ہیں، اور کچھ چیزیں حرام قرار دی ہیں، اور فرمایا ہے کہ انہیں استعمال نہ کرنا، بالکل اسی طرح جیسے جنت میں فرمایا تھا۔

فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ ۪

تو شیطان نے اس درخت کے معاملے میں ان دونوں کو بہکا دیا، اور جس اعلیٰ مقام پر وہ دونوں تھے، وہاں سے انہیں نکلوا دیا۔

اس کی تفصیل سورۃ الاعراف کے دوسرے رکوع میں آئے گی۔

وَ قُلۡنَا اہۡبِطُوۡا بَعۡضُکُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ ﴿۳۶﴾

اور ہم نے فرمایا تم یہاں سے اتر جاؤ، تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے، اور تمہارے لیے زمین میں ایک مدت تک ٹھکانہ بھی ہے اور فائدہ اٹھانے کا سامان بھی۔

اب حضرت آدم علیہ السلام کو شدید دکھ تھا کہ وہ شیطان کے بہکانے میں کیوں آئے۔ اپنی خطا پر انہیں شدید ندامت تھی، مگر الفاظ نہیں مل رہے تھے کہ اپنی ندامت کا اظہار کیسے کریں، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک دعا سکھائی۔

سورۃ الاعراف کی آیت 23 میں فرمایا:

رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا وَ اِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَ تَرۡحَمۡنَا لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ

اے ہمارے رب، ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ فرمایا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہم یقیناً خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

ان الفاظ سے انہوں نے اظہارِ ندامت کیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔

فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیۡہِ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ ﴿۳۷﴾

تو آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھ لیے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر نظرِ کرم فرمائی۔ بے شک وہی اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

قُلۡنَا اہۡبِطُوۡا مِنۡہَا جَمِیۡعًا ۚ فَاِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ مِّنِّیۡ ہُدًی فَمَنۡ تَبِعَ ہُدَایَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۳۸﴾

ہم نے کہا تم سب یہاں سے اتر جاؤ، تو اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے، تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی، ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے، وہ سکون اور اطمینان کی کیفیت میں ہوں گے۔

یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو بطور سزا زمین پر نہیں بھیجا گیا۔ عیسائیوں کا یہ تصور درست نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سزا کے طور پر زمین پر بھیجا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین ہی کے لیے خلیفہ بنایا تھا۔

توبہ قبول فرمانے کے بعد دوبارہ اس کا ذکر فرمایا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔ دنیا میں بھی شیطان تمہیں اور تمہاری نسل کو گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا، مگر میں تمہیں تنہا نہیں بھیج رہا۔

وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۳۹﴾

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، وہی آگ والے ہوں گے، اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیطانِ مردود کے حملوں سے محفوظ فرمائے، اور اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اپنی ہدایت کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں جنت کی نعمت عطا فرمائے اور جہنم سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین

(جاری ہے۔۔۔)

خادمِ قرآن، مبلغِ دین، سرگرم رکنِ قافلۂ جہدِ نفاذِ اسلام

محترم حافظ انجینئر نوید احمد مرحوم و مغفور

شجاع الدین شیخ

امیر تنظیم اسلامی

حافظ انجینئر نوید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ماہنامہ ندائے خلافت، شمارہ نمبر: 28 (شوال 1436ھ / جولائی 2015ء) میں شائع ہونے والا امیر محترم کا یہ مضمون افادۂ عام کے لیے دوبارہ پیش کیا جا رہا ہے۔

میرے استاد محسن، ہمدرد، مربی، بھائی، دوست اور روحانی والد محترم حافظ انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ تقریباً چھ ماہ کی شدید علالت کے بعد 29 رمضان المبارک بروز جمعۃ المبارک تقریبا سوا ایک بجے دارِ فانی سے کوچ فرما گئے۔

رمضان المبارک کا آخری جمعہ، پھر نماز جمعہ کے مبارک وقت انتقال، اسی روز بعد نماز عصر ماہِ مبارک کی آخری ساعتوں میں نماز جنازہ، پھر وقت افطار سے کچھ قبل تدفین اور بعد افطار عید الفطر کی رات لیلۃ الجائزہ میں تدفین کے بعد کے مراحل کا معاملہ 'اللہ اکبر' کتنی مبارک ساعتیں باری تعالیٰ کی جناب سے مقدر ہوئیں۔

محترم نوید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک جامع الصفات شخصیت تھے۔ قائدانہ صلاحیت ہو یا خطیبانہ مہارت، تدریسی قابلیت ہو یا تربیتی استعداد، تصنیف و تالیف کی خوبی ہو یا تحریکی جذبہ و ایثار --- ہر ایک صلاحیت سے بھرپور حصہ باری تعالیٰ کی جانب سے ان کو عطا ہوا۔ ذاتی معمولات میں قناعت و زہد ہو یا انتہائی بے تکلف اور سادہ طرزِ زندگی، خودداری اور توکل علی اللہ ہو یا تقویٰ اور للہیت، خلوص و خیر خواہی ہو یا ایثار و قربانی تعلق مع اللہ ہو یا قیام بالقرآن کثرت تلاوت قرآن ہو یا ذکر الٰہی، وقت کی قدر اور اس کا بہترین استعمال ہو یا با مقصد اور متحرک تحریکی زندگی گزارنا، اللہ تعالیٰ نے ان تمام پہلوؤں سے استاد محترم کو خوب نوازا۔

محترم نوید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے خدمت قرآن کے لیے خوب قبول فرمایا۔ آسان عربی گرامر اور عربی گرامر برائے قرآن فہمی کی تدریس آپ کے لیے بہت بڑا صدقہ جاریہ ہے۔ "آسان عربی گرامر کی ویڈیو ریکارڈنگ جواب DVDs میں دستیاب ہے اور عربی گرامر برائے قرآن فہمی کی QTV پر نشر ہونے والی ویڈیو ریکارڈنگ سے اندرون و بیرون ملک بلا مبالغہ ہزاروں حضرات و خواتین کو فہم قرآن کا ذوق اور سہولت میسر آئی جو نہ صرف عوام الناس بلکہ مدرسین قرآن کے لیے بھی بہت بڑی نعمت ہے۔

بانی تنظیم اسلامی، استاد محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے آغاز کردہ دورۂ ترجمہ قرآن مع تراویح کے سلسلہ کو کراچی میں ایک تحریک کی شکل دینے کا سہرا بھی محترم نوید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے۔ اس حوالہ سے تربیتی ورکشاپ، مدرسین کی تیاری، ان کے لیے نوٹس اور نکات کی فراہمی اور ان کی مسلسل تربیت بھی نوید احمد صاحب ہی کا خاصہ تھا۔

الحمد للہ، اس سال کراچی میں تقریباً 40 مقامات پر دورہ ترجمہ قرآن اور خلاصہ مضامین قرآن کے اجتماعات منعقد ہوئے جن میں تدریس کی سعادت حاصل کرنے والے تمام ہی مدرسین (بشمول راقم) بالواسطہ یا بلاواسطہ نوید احمد صاحب ہی کے فیض یافتہ ہیں۔ خدمت قرآن کے ضمن میں بانی تنظیم

اسلامی کا جاری کردہ قرآن فہمی کورس بھی ایک بہت معروف اور منظم کاوش ہے۔ اسے بھی کراچی میں ایک تحریک کی شکل دینے کی سعادت محترم نوید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حصہ میں آئی۔

کراچی میں 20 سے زائد ایک سالہ قرآن فہمی کورسز منعقد ہو چکے ہیں جن میں کامیابی کے ساتھ شرکت کرنے والے افراد کی تعداد سینکڑوں میں ہے اور ان میں سے کئی ایک قرآن فہمی کورس اور دیگر کورسز اور کلاسز میں تدریسی ذمہ داریاں انجام دینے کے ساتھ دروس قرآن، دورہ ترجمہ قرآن خلاصہ مضامین قرآن، خطاب جمعہ و عیدین، تعلیمی، کاروباری اداروں اور مختلف نشریاتی اداروں (بشمول ٹی وی چینل) میں خدمت قرآنی کے مشن میں مصروف عمل ہیں۔ خدمت قرآن اور نفاذ دین کی جدوجہد کے حوالہ سے استاد محترم نوید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محنت کا ایک اہم ترین گوشہ افراد کی تیاری اور اداروں کے قیام کی کوششیں ہیں۔

نوجوان ساتھیوں کو خدمت قرآن اور اقامت دین کی جدوجہد کے لیے ابھارنا، ان کے اہل خانہ سے ان ساتھیوں کے حصول کی محنت کرنا، ان ساتھیوں کی تربیت اور مسلسل ساتھ لے کر چلنا بلکہ انگلی پکڑ کر چلانا انہی کا خاصہ تھا۔ شہر کراچی کے اکثر مدرسین (بشمول راقم) ان کی اسی محنت کا ثمر ہیں۔

کراچی میں قرآن اکیڈمی ڈیفنس کے بعد وسط شہر میں قرآن اکیڈمی یاسین آباد جیسے بڑے مرکز کے علاوہ انجمن خدام القرآن سندھ کراچی اور تنظیم اسلامی کے کئی مراکز کے آغاز اور ان کی آباد کاری میں محترم نوید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شب و روز کا خلوص، ایثار، قربانی، لگن اور انتھک محنتیں مرکزی حیثیت کی حامل ہیں۔

استاد محترم نوید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے تصنیف و تالیف کا خصوصی شغف اور صلاحیت عطا فرمائی۔ ہفتہ وار دروس قرآن اور خطابات کے نوٹس کی تیاری ہو یا خطاب جمعہ و عیدین، خوشی و غمی کے مواقع پر بیان کا موقع ہو یا قرآن فہمی کورس کی تدریس کا عمل، ہر موقع کے اعتبار سے بھر پور تیاری ان کا خاصہ تھا۔ اس حوالہ سے سینکڑوں تحریریں اور نوٹس یقیناً ایک بہت بڑا علمی ورثہ ہے۔

بانی تنظیم اسلامی کے مرتب اور بیان کردہ منتخب نصاب کے حوالہ سے نکات برائے دروس و تدریس محترم نوید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہت ہی مربوط اور گراں قدر تالیف ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود بانی تنظیم نے فرمایا تھا کہ اب انڈیا سے Peace tv پر منتخب نصاب کی ریکارڈنگ کا تقاضا آیا تو انہی مرتب شدہ نکات کو سامنے رکھ کر خطاب کروں گا۔

محترم نوید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرتب کردہ خلاصہ مضامین قرآن بھی ایک انتہائی مفید تالیف ہے جس میں پارہ بہ پارہ، رکوع بہ رکوع آیات کے عنوانات کے ساتھ اہم نکات مرتب کیے گئے ہیں۔ اس تالیف کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ طبقہ علماء کرام سے بھی بعض اہل علم اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔

نیز مدرسین دورہ ترجمہ قرآن کے علاوہ اندرون و بیرون ملک بھی کئی افراد اس کی مدد سے تدریس کی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں۔ کراچی کے چند مدرسین نے اس کتاب پر مشتمل ریکارڈنگ بھی کرائی ہے جو مختلف ٹی وی چینل نشر کر چکے ہیں۔

حال ہی میں مرحوم کی ایک اور اہم تالیف ترجمہ تدریس قرآن کے نام سے (جلد دوم تک) منظر عام پر آ چکی ہے جو اصلاً مدرسین قرآن کے لیے انتہائی مفید ہے۔ اس میں آیات کے رواں ترجمہ، خلاصہ مضامین قرآن اور دیگر اہم نکات کو یکجا کیا گیا ہے۔ محترم نوید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی شدید علالت کے دنوں میں بھی اس تالیف پر کام کرتے رہے اور بفضلہ تعالیٰ اپنے حصہ کا کام مکمل کر گئے اور اب بقیہ حصوں کی اشاعت کا مرحلہ باقی ہے۔

عربی گرامر برائے قرآن فہمی بھی مرحوم کی ایک اہم تالیف ہے جس کے ذریعہ عربی گرامر کے بنیادی قواعد کم سے کم وقت میں سیکھ کر ترجمہ قرآن کی مشق کی استعداد حاصل کی جا سکتی ہے۔ مرحوم کی اس تالیف پر مشتمل ریکارڈنگ Qtv پر بھی نشر ہوئی۔ ان کی دیگر تالیفات میں چہرہ کا پردہ، قواعد تجوید اور سود کی حرمت اور خباثتیں شامل ہیں۔

استاد محترم نوید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بھر پور تحریکی زندگی بسر کی۔ فریضہ اقامت دین کے جدوجہد میں تن من دھن لگانے کی جو ترغیب بانی تنظیم اسلامی پوری زندگی دیتے رہے، نوید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کا عملی نمونہ تھے۔ نظم کی پابندی، ہر وقت دستیاب رہنا، رفقا کے ساتھ ''رحماء بینھم'' کی عملی تصویر، جان و مال سے جہاد، اخلاص، محنت، لگن، رفقا کے ذاتی معاملات کی فکر، دوسروں کے لیے خود مثال بننا، دعوت و تربیت اور تعلیم و تدریس کے تقاضے، رفقا میں تحریک کی تحریص، عزیمت کا نمونہ.... ان تمام ہی خوبیوں سے باری تعالیٰ نے مرحوم کو خوب نوازا تھا۔ کراچی کے ہر کونے میں تنظیم کی دعوت

اور تعارف کی کوشش سے لے کر اسروں، مقامی تنا ظیم اور حلقہ کو مضبوط کرنے تک ان کی شبانہ روز محنت اپنی مثال آپ ہے۔

کراچی کا ہر تنظیمی گھرانہ بلاشبہ ان کا احسان مند ہے اور بالواسطہ یا بلاواسطہ انہیں اپنا معلم، مربی اور محسن سمجھتا ہے۔ گزشتہ چند برسوں سے امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے مرحوم لاہور منتقل ہوئے (جب کہ ان کے اہل خانہ کراچی ہی میں رہے)۔ مرکزی ناظم تعلیم و تربیت کی ذمہ داری کی ادائیگی میں پورے پاکستان میں مصروف عمل رہے اور تربیتی ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔ تا آنکہ گزشتہ چند ماہ سے شدید علالت کی وجہ سے کراچی ہی میں مقیم رہے۔

استاد محترم نوید احمد صاحب ؒ کے بارے میں لکھنے کے حوالہ سے میری کم علمی رکاوٹ اور ہفتہ وار پرچہ کا ایک یا کچھ زائد صفحہ یقیناً ناکافی ہے۔ ان کی دیگر خدمات، خصوصیات اور صفات کے بارے میں یقیناً مجھ سے بہت بہتر لکھنے والے رفقا اور احباب ضرور لکھیں گے۔ آخر میں استاد محترم کے حوالہ سے اپنے ضمن میں یہ ضرور لکھنا چاہوں گا کہ راقم پر ان کی خصوصی نگاہ اور شفقت کا معاملہ رہا۔ راقم ان سے 1997ء سے واقف اور وابستہ رہا۔ چارٹرڈ اکاؤنٹینسی کے دوران 1998ء میں راقم کی تنظیم اسلامی میں شمولیت ہوئی۔

2000ء میں استاد محترم نے قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں راقم کو دورۂ ترجمہ قرآن کی ذمہ داری دی جب کہ راقم ابھی آڈٹ فرم میں بھی مصروف تھا، نہ اس نے ایک سالہ کورس کیا تھا اور نہ ہی اور کوئی باقاعدہ مشق کی تھی اور یہ راقم کا پہلا ہی تجربہ تھا اور وہ بھی قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں جہاں بانی تنظیم اسلامی سے لے کر تمام سینئر مدرسین یہ سعادت حاصل کر چکے تھے۔ مگر استاد محترم نے کمال شفقت فرماتے ہوئے خود بھی وسط شہر میں رات دورۂ ترجمہ قرآن کے بعد پورا مہینہ قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں قیام کیا اور رات کے آخری حصہ میں وہ مجھے دورۂ ترجمہ قرآن کی تیاری کراتے اور یہ سلسلہ پورے ماہ رمضان جاری رہا۔

اس کے بعد کی تفصیلات بہت زیادہ ہیں جن میں ایک سالہ قرآن فہمی کورس میں تدریس، خطابات جمعہ و عیدین، عمومی خطابات و دروس اور دیگر بہت سے حوالوں سے ان کی شفقت و تربیت راقم پر بہت بڑا احسان ہے مگر ان کی وضاحت سر دست ممکن نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کی تمام نیکیوں اور کاوشوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے، ان کی خدمت قرآن و دین کی تمام مساعی کو ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے پر فرمائے اور جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلا کر قرآن و دین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے۔ آمین

کیریئر کا انتخاب اور فیصلہ سازی

فاروق احمد

استاذ قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

نوجوانی کے اہم ترین سوالات میں سے ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی زندگی کا راستہ کس طرف متعین کرے۔ تعلیم مکمل ہونے لگے، یا مستقبل کی طرف سنجیدہ نظر پڑنے لگے، تو دل و دماغ میں طرح طرح کے سوالات ابھرنے لگتے ہیں۔ کون سا شعبہ اختیار کیا جائے، کس میدان میں آگے بڑھا جائے، کس کام میں صلاحیت زیادہ ہے، کہاں روزگار کے امکانات بہتر ہیں، کون سا راستہ عزت، استحکام، اور خدمت تینوں کو جمع کر سکتا ہے، اور کس حد تک انسان کو اپنی خواہش، اپنے خاندان کی توقع، یا معاشرے کے رجحانات کو اہمیت دینی چاہیے۔ یہ سوالات محض روزگار کے نہیں، پوری زندگی کی سمت کے سوالات ہوتے ہیں۔ اسی لیے کیریئر کا انتخاب نوجوان کے لیے صرف معاشی فیصلہ نہیں بلکہ اخلاقی، فکری، نفسیاتی، اور دینی فیصلہ بھی ہوتا ہے۔

موجودہ دور میں کیریئر کے مسئلے کو اکثر بہت محدود انداز میں دیکھا جاتا ہے۔ عام طور پر نوجوان کو یہ سمجھایا جاتا ہے کہ اچھی زندگی کا مطلب ایک منافع بخش پیشہ، ایک مستحکم آمدنی، اور ایک معاشرتی طور پر قابلِ فخر شناخت حاصل کرنا ہے۔ اس سوچ میں اگرچہ کچھ عملی حقیقت موجود ہے، مگر یہ کافی نہیں۔ اگر کیریئر صرف کمائی، مقابلہ، اور ظاہری کامیابی کے پیمانے پر منتخب کیا جائے تو انسان بظاہر بہت کچھ پا کر بھی اندر سے خالی رہ سکتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص اعلیٰ آمدنی حاصل کر لیتا ہے مگر اپنے کام سے قلبی اطمینان نہیں پاتا، اپنی اقدار کھو دیتا ہے، یا اپنے دین، خاندان، اور ذہنی توازن کو نقصان پہنچا بیٹھتا ہے۔ اس کے برعکس بعض لوگ نسبتاً سادہ میدانوں میں ہوتے ہوئے بھی چونکہ ایک بامقصد، بااخلاق، اور متوازن راستہ اختیار کرتے ہیں، اس لیے ان کی زندگی زیادہ پائیدار اور بابرکت محسوس ہوتی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ کیریئر کا سوال صرف یہ نہیں کہ "کیا بننا ہے"، بلکہ یہ بھی کہ "کیسا بننا ہے" اور "کس مقصد کے لیے بننا ہے"۔

اسلام کی نگاہ میں رزق، محنت، اور پیشہ سب اہم ہیں، مگر یہ سب اخلاقی دائرے کے اندر اہم ہیں۔ یعنی کام ایسا ہو جو حلال ہو، طریقہ ایسا ہو جو دیانت دار ہو، نیت ایسی ہو جو صرف دنیا تک محدود نہ ہو، اور نتیجہ ایسا ہو جو انسان کو اپنے رب سے دور نہ کرے۔ اس لیے ایک مسلمان نوجوان جب کیریئر کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے صرف مارکیٹ کی طلب، معاشی رجحان، یا معاشرتی شہرت نہیں دیکھنی چاہیے، بلکہ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ یہ میدان اس کے دین، کردار، زندگی کے توازن، اور معاشرے کے لیے نفع کے اعتبار سے کیسا ہے۔ اگر کوئی راستہ مالی اعتبار سے پرکشش ہو مگر اخلاقی لحاظ سے مشتبہ ہو، یا دین سے دور لے جانے والا ہو، یا باقاعدہ حرام ذرائع پر قائم ہو، تو ایک مومن کے لیے وہ راستہ قابلِ غور ضرور ہو سکتا ہے، قابلِ قبول نہیں۔

اس پورے باب میں سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ نوجوان اپنے آپ کو سمجھے۔ بہت سے لوگ کیریئر کا انتخاب اس بنیاد پر نہیں کرتے کہ وہ کس کام کے لیے زیادہ موزوں ہیں، بلکہ اس بنیاد پر کرتے ہیں کہ دوسرے لوگ کیا کر رہے ہیں، معاشرے میں کس شعبے کو زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، یا گھر والے کس پیشے کو محفوظ سمجھتے ہیں۔ اس سے بعض اوقات انسان ایک ایسے میدان میں چلا جاتا ہے جو اس کی صلاحیت، مزاج، یا شوق سے مطابقت نہیں رکھتا۔ پھر وہ عمر بھر ایک بوجھ اٹھائے رہتا ہے۔ اس لیے خود شناسی کیریئر کے انتخاب کا پہلا

قدم ہے۔ انسان کو اپنے رجحانات، طاقتوں، کمزوریوں، فطری دلچسپیوں، سیکھنے کے انداز، اور شخصی ساخت کو سمجھنا چاہیے۔ کیا وہ تعلیم اور تحقیق کے میدان میں اچھا ہے یا عملی و فنی کاموں میں؟ کیا اس کے اندر لوگوں کے ساتھ کام کرنے کی صلاحیت زیادہ ہے یا خاموش اور انفرادی محنت کی؟ کیا وہ جلدی سیکھنے والا ہے، یا گہرائی سے مگر آہستگی کے ساتھ بڑھتا ہے؟ کیا اس کا مزاج تخلیقی ہے، تحلیلی ہے، تنظیمی ہے، یا خدمت پر مبنی ہے؟ یہ سوالات معمولی نہیں، بلکہ بہت بنیادی ہیں۔

اس کے ساتھ ہی یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ ہر پسندیدہ چیز پیشہ نہیں بن سکتی، اور ہر مشکل چیز ناموزوں بھی نہیں ہوتی۔ بعض نوجوان صرف شوق کی بنیاد پر فیصلہ کرتے ہیں، اور بعض صرف ڈر کی بنیاد پر۔ دونوں راستے ناقص ہو سکتے ہیں۔ بہتر فیصلہ وہ ہوتا ہے جس میں شوق، صلاحیت، حقیقت، اور ذمہ داری چاروں کو ایک ساتھ دیکھا جائے۔ اگر کسی نوجوان کو کسی شعبے سے محبت ہے مگر اس میں ترقی کے لیے جس محنت، تربیت، اور صبر کی ضرورت ہے، وہ اس کے لیے تیار نہیں، تو محض شوق کافی نہیں ہوگا۔ اور اگر کسی شعبے میں مواقع اچھے ہیں مگر نوجوان کا مزاج اس کے بالکل خلاف ہے، تو صرف معاشی حقیقت بھی کافی نہیں ہوگی۔ اسلامی فیصلہ سازی اعتدال سکھاتی ہے۔ یہ نہ جذبات میں بہنے دیتی ہے، نہ محض ظاہری مصلحتوں کے تابع کر دیتی ہے۔ یہ انسان کو حقیقت پسندی کے ساتھ اصول پر قائم رہنا سکھاتی ہے۔

قرآن مجید نے مشورے اور توکل کا جو اصول دیا ہے، وہ کیریئر کے انتخاب میں خاص طور پر رہنمائی دیتا ہے۔ انسان پہلے معاملات پر غور کرے، اہلِ علم اور تجربہ رکھنے والوں سے مشورہ کرے، مختلف امکانات کو سمجھے، پھر ایک مناسب فیصلہ کرے، اور اس کے بعد اللہ پر بھروسا رکھے۔ یہ ترتیب بہت اہم ہے۔ بعض لوگ مشورے کے بغیر فیصلہ کر لیتے ہیں اور پھر توکل کا نام لیتے ہیں، حالانکہ یہ درست ترتیب نہیں۔ بعض دوسرے لوگ مشورہ تو بہت کرتے ہیں مگر فیصلہ نہیں کر پاتے، کیونکہ ان میں توکل کمزور ہوتا ہے۔ صحیح راستہ یہ ہے کہ تحقیق بھی ہو، مشورہ بھی، دعا بھی، اور پھر عزم بھی۔ جب انسان ایک مناسب غور و فکر کے بعد فیصلہ کر لے تو اسے مسلسل تذبذب میں نہیں رہنا چاہیے۔ توکل کا مطلب یہی ہے کہ انسان اپنی ذمہ داری ادا کر کے نتیجہ اللہ کے سپرد کر دے۔

کیریئر کے انتخاب میں خاندان کا کردار بھی بہت اہم ہوتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں اکثر نوجوانوں پر والدین اور خاندان کی توقعات کا بہت دباؤ ہوتا ہے۔ یہ دباؤ بعض اوقات خیر خواہی سے پیدا ہوتا ہے، مگر بعض اوقات وہ نوجوان کی انفرادی ساخت کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ کچھ خاندانوں میں چند مخصوص پیشے ہی عزت دار سمجھے جاتے ہیں، اور باقی راستے کمتر محسوس کیے جاتے ہیں۔ اس سے نوجوان کے اندر احساسِ کمتری، دباؤ، یا بغاوت پیدا ہو سکتی ہے۔ یہاں توازن کی ضرورت ہے۔ نوجوان کو اپنے والدین کے تجربے، محبت، اور عملی فکر کی قدر کرنی چاہیے، کیونکہ وہ اکثر زندگی کی مشکلات کو بہتر سمجھتے ہیں۔ مگر والدین کو بھی یہ دیکھنا چاہیے کہ اولاد کی فطری صلاحیت اور مزاج کا احترام کیا جائے۔ بہترین صورت یہی ہے کہ خاندان اور نوجوان دونوں مشورے، دلیل، اور خیر خواہی کے ساتھ ایک دوسرے کی بات سنیں۔

ایک اور بڑی غلطی یہ ہوتی ہے کہ نوجوان اپنے مستقبل کو صرف ایک ہی راستے کے ساتھ جوڑ لیتا ہے۔ اگر وہ راستہ نہ ملے تو وہ سمجھتا ہے کہ اب زندگی ناکام ہو گئی۔ حالانکہ زندگی میں اکثر کامیابی سیدھی لکیر میں نہیں آتی۔ کئی مرتبہ انسان ایک راستہ اختیار کرتا ہے، پھر وہاں سے سیکھ کر دوسرے راستے تک پہنچتا ہے۔ بعض اوقات جس میدان کو انسان ابتدا میں اپنے لیے آخری سمجھ رہا ہوتا ہے، وہ صرف ایک عبوری مرحلہ نکلتا ہے۔ اس لیے کیریئر کے مسئلے میں یہ لچک بھی ہونی چاہیے کہ انسان راستے بدلنے کے امکان کو سمجھ سکے، مگر اپنی بنیادیں مضبوط رکھے۔ اسلام کا یہ اصول کہ اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، نوجوان کو اس مقام پر حوصلہ دیتا ہے۔ اگر کوئی راستہ بند ہو جائے، کوئی داخلہ نہ ہو، کوئی موقع ہاتھ سے نکل جائے، یا کوئی منصوبہ توقع کے مطابق کامیاب نہ ہو، تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ زندگی ختم ہو گئی۔ بلکہ اکثر اوقات اللہ انسان کے لیے بہتر راستہ اسی طرح کھولتا ہے کہ پہلے کچھ بند دروازے دکھا دیتا ہے۔

اسی لیے کیریئر کے انتخاب میں مایوسی سب سے خطرناک چیزوں میں سے ایک ہے۔ بعض نوجوان مقابلے، نمبروں، معاشی مشکلات، یا دوسروں سے تقابل کے باعث اپنے آپ کو بہت کمزور محسوس کرنے لگتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ ان کے پاس فلاں ڈگری، فلاں ادارہ، فلاں تعارف، یا فلاں وسائل نہیں، اس لیے ان کے لیے کامیابی کے دروازے بند ہیں۔ یہ سوچ نہ دینی لحاظ سے درست ہے اور نہ عملی لحاظ سے۔ تعلیم یہ ہے کہ نفع بخش چیزوں کے لیے حریص رہو، اللہ سے مدد مانگو، اور عاجزی یا بے عملی میں نہ پڑو یعنی اپنے لیے فائدہ مند راستوں کی تلاش کرو، کوشش کرو، مدد مانگو، اور حالات کے سامنے شکست خوردہ نہ بنو۔ اس میں صرف حوصلہ افزائی نہیں بلکہ ایک پورا مزاج سکھایا گیا ہے: حقیقت پسندی، کوشش، دعا اور امید کا مزاج۔

کیریئر کے مسئلے میں ایک اور اہم پہلو نیت کا ہے۔ اگر ایک نوجوان کسی میدان کو صرف شہرت، مال، دکھاوے، یا دوسروں سے برتری کے لیے اختیار کرتا ہے، تو بظاہر کامیابی بھی اسے اندر سے بے چین رکھ سکتی ہے۔ لیکن اگر وہ کسی پیشے کو اس نیت سے اپناتا ہے کہ حلال رزق حاصل کرے، اپنے والدین اور خاندان کا سہارا بنے، اپنی صلاحیتوں کو اللہ کی رضا کے مطابق استعمال کرے، معاشرے میں نفع پہنچائے، اور اپنے دین کے ساتھ جڑ کر ایک باوقار زندگی گزارے، تو یہی پیشہ عبادت کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔ یہی اسلامی تصورِ کیریئر ہے۔ اس میں دنیا سے فرار نہیں، بلکہ دنیا کے اندر رہتے ہوئے اللہ کی بندگی، دیانت، اور خدمت کی راہ اختیار کی جاتی ہے۔

یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ کوئی میدان انسان کے دین پر کیا اثر ڈالے گا۔ بعض پیشے یا ماحول ایسے ہوتے ہیں جو انسان کے اوقات، اخلاق، عبادت، تعلقات، یا ذہنی سکون پر منفی اثر ڈالتے ہیں۔ بعض کام ایسے ہوتے ہیں جہاں کمائی زیادہ ہے مگر حلال و حرام کی حدیں بار بار پامال ہوتی ہیں۔ بعض راستے ایسے ہوتے ہیں جہاں ترقی کے نام پر جھوٹ، دھوکہ، غیر ضروری اختلاط یا باطل نظام کی حمایت لازم ہونے لگتی ہے۔ ایک مسلمان نوجوان کو یہ سب پہلو دیکھنے چاہییں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہر مشکل میدان سے بھاگ جائے، بلکہ یہ کہ وہ آنکھ بند کر کے کسی راستے میں نہ اترے۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ ہر پیشہ صرف موقع نہیں ہوتا، امتحان بھی ہوتا ہے اور بعض اوقات آدمی جس کام میں داخل ہوتا ہے، وہی کام آہستہ آہستہ اسے بدلنا شروع کر دیتا ہے۔ اس لیے سوال صرف یہ نہیں کہ میں اس فیلڈ میں جا سکتا ہوں یا نہیں، بلکہ یہ بھی کہ یہ فیلڈ میرے دین، کردار اور باطن کے ساتھ کیا کرے گی۔

عملی اعتبار سے نوجوان کو کیریئر کے انتخاب میں چند چیزیں ضرور کرنی چاہییں۔ سب سے پہلے اپنے ممکنہ شعبوں کی ایک صاف فہرست بنائے۔ پھر ہر شعبے کے بارے میں یہ دیکھے کہ اس کے لیے کون سی مہارتیں درکار ہیں، اس میں تعلیم کا راستہ کیا ہے، روزگار کی حقیقت کیا ہے، اور اس میدان کے اخلاقی چیلنجز کیا ہیں۔ اس کے بعد متعلقہ شعبے کے دو یا تین افراد سے سنجیدہ گفتگو کرے، نہ کہ صرف سنی سنائی باتوں پر اعتماد کرے۔ پھر اپنی موجودہ صلاحیت اور مطلوبہ معیار کے درمیان فرق کو سمجھے، تاکہ اسے اندازہ ہو کہ کس قسم کی محنت درکار ہوگی۔ دعا اور استخارہ بھی اس مرحلے میں بہت اہم ہیں، کیونکہ بعض چیزیں کاغذ پر درست لگتی ہیں مگر دل کے لیے مناسب نہیں ہوتیں، اور بعض راستے بظاہر مشکل ہوتے ہیں مگر ان میں برکت ہوتی ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہر کیریئر ایک ساتھ عزت، دولت، آسانی، شوق، وقت کی آزادی، دینی سہولت، اور فوری ترقی نہیں دے سکتا۔ زندگی میں اکثر کچھ چیزیں لینے کے لیے کچھ چیزیں قربان کرنی پڑتی ہیں۔ اس لیے نوجوان کو اپنی ترجیحات واضح کرنی چاہییں۔ اس کے نزدیک سب سے اہم کیا ہے؟ حلال کمائی؟ علم و تحقیق؟ خدمتِ خلق؟ خاندانی استحکام؟ معاشی ترقی؟ دینی ماحول؟ یا کسی خاص صلاحیت کو بروئے کار لانا؟ جب ترجیحات واضح ہوتی ہیں تو فیصلہ آسان ہوتا ہے۔ جب انسان سب کچھ ایک ساتھ چاہتا ہے، وہ اکثر کسی ایک چیز میں بھی مضبوطی سے نہیں بڑھ پاتا۔

اس پورے سفر میں یہ حقیقت بھی اہم ہے کہ کیریئر انسان کی پوری شناخت نہیں ہوتا۔ افسوس یہ ہے کہ موجودہ زمانے میں لوگوں کی قدر ان کے عہدے، ادارے، یا آمدنی سے ناپی جانے لگی ہے۔ اس سے نوجوان اپنے پیشے کو اپنی مکمل شخصیت سمجھنے لگتا ہے۔ حالانکہ ایک انسان

کی اصل قدر اس کے ایمان، کردار، دیانت، اور نفع رسانی سے بنتی ہے۔ پیشہ اہم ہے، مگر انسان پیشے سے بڑا ہے۔ اگر یہ بات ذہن میں رہے تو انسان کیریئر کے معاملے میں نہ تو حد سے زیادہ مغرور ہوتا ہے، نہ ناکامی کی صورت میں مکمل طور پر ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے، کوشش میری ذمہ داری ہے، اور وقار کا اصل سرچشمہ میرا تعلق اپنے رب سے ہے۔

آخر میں یہ کہنا درست ہوگا کہ کیریئر کا صحیح انتخاب کوئی جادوئی لمحہ نہیں بلکہ شعور، دعا، مشورہ، محنت اور توکل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جو نوجوان اپنے آپ کو سمجھے، اپنی نیت درست کرے، حلال و حرام کی تمیز قائم رکھے، اہلِ تجربہ سے مشورہ کرے، حقیقت پسندانہ منصوبہ بنائے اور پھر اللہ پر بھروسا کرتے ہوئے قدم اٹھائے، وہ عموماً زیادہ متوازن اور بابرکت راستہ پاتا ہے اور اگر ابتدائی فیصلے میں کچھ کمی رہ بھی جائے تو اخلاص، سیکھنے کی عادت، اور مسلسل اصلاح کے ذریعے راستہ بہتر کیا جاسکتا ہے۔ اصل چیز یہ ہے کہ نوجوان اپنی زندگی کا رخ بے سوچے سمجھے نہ طے کرے، بلکہ شعور کے ساتھ یہ فیصلہ کرے کہ اسے صرف نوکری نہیں، ایک بامقصد اور باوقار زندگی بنانی ہے۔

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ
سیرت، عدل اور اسلامی ریاست کی تعمیر

امین اللہ معاویہ

فاضل جامعہ الصفہ، معاون شعبۂ تصنیف و تالیف قرآن اکیڈمی یاسین آباد

اسلامی تاریخ کے درخشاں افق پر بعض ایسی عظیم شخصیات طلوع ہوئیں، جن کی عظمت کسی ایک وصف، ایک کارنامے یا ایک دور تک محدود نہیں، بلکہ جن کی پوری زندگی ایمان، تقویٰ، کردار اور خدمتِ خلق کا جامع نمونہ بن کر سامنے آتی ہے۔ ان ہی عظیم ہستیوں میں امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی نہایت نمایاں اور منفرد مقام کی حامل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں جن کی فراست، قوتِ ایمان، جرأتِ حق گوئی، عدل و انصاف اور غیر معمولی انتظامی صلاحیتوں نے اسلامی تاریخ کا رخ موڑ دیا۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، خلیفۂ ثانی، عشرۂ مبشرہ کے معزز رکن، مرادِ دعائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سسرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امتِ مسلمہ کے ان عظیم رہنماؤں میں سے ہیں جن کی زندگی کا ہر باب علم و حکمت، عزم و استقلال اور خدمتِ دین سے عبارت ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے جس اخلاص، استقامت اور قربانی کا مظاہرہ کیا، وہ تاریخِ اسلام کا ایک روشن اور یادگار باب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت نے آپ رضی اللہ عنہ کی فطری صلاحیتوں کو ایسی جِلا بخشی کہ آپ حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن امتیاز کی علامت بن گئے اور ''فاروق'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلامی ریاست نے نہ صرف غیر معمولی وسعت حاصل کی بلکہ عدل، احتساب، نظمِ حکومت اور فلاحِ عامہ کے ایسے اصول بھی قائم ہوئے جنھیں آج بھی مثالی حکمرانی کے نمونوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اقتدار کو رعایا کی خدمت کا ذریعہ بنایا، قانون کو سب کے لیے یکساں رکھا، اور حکمران کو عوام کے سامنے جواب دہ قرار دیا۔ یہی وہ اوصاف ہیں جنھوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو ایک عظیم فاتح، مثالی حکمران، مدبرِ ریاست اور محسنِ امت کے طور پر تاریخ میں زندہ جاوید بنا دیا۔

نام و نسب:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کے معزز قبیلہ ''بنو عدی'' سے تھا۔ نسب، شرافت، وجاہت اور خاندانی عظمت کے اعتبار سے آپ رضی اللہ عنہ کا خاندان مکہ مکرمہ کے ممتاز خاندانوں میں شمار ہوتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نسب نویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نہ صرف قریش کے ایک جلیل القدر فرد تھے، بلکہ نسبی اعتبار سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریبی تعلق رکھتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا مکمل سلسلۂ نسب یہ ہے: ''عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب ''مرہ بن کعب'' کے ذریعے آگے بڑھتا ہے، جب کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ''عدی بن کعب'' کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس طرح دونوں حضرات کا نسب 'کعب بن لوی' پر جا کر مل جاتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ''خنتمہ بنت ہشام بن مغیرہ'' تھیں، جو قریش کے نہایت معزز اور با اثر خاندان ''بنو مخزوم'' سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ''ابو حفص'' اور لقب ''فاروق'' تھا، اور یہ دونوں شرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمائے۔ ''فاروق'' اس لیے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے ذریعے حق اور باطل کے درمیان واضح امتیاز قائم فرمایا۔

ایامِ جاہلیت ہی سے آپ رضی اللہ عنہ کا خاندان عزت و وقار کا حامل تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے جدِ اعلیٰ ''عدی بن کعب'' قبائلِ عرب کے باہمی تنازعات میں ثالثی

کیا کرتے تھے، جب کہ قریش کو جب کسی قبیلے کے ساتھ سفارتی یا سیاسی معاملہ پیش آتا تو سفیر کی حیثیت سے اسی خاندان کے افراد منتخب کیے جاتے تھے۔ ننھیال کی طرف سے بھی آپ رضی اللہ عنہ ایک نہایت باوقار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ یہی خاندانی وجاہت، معاملہ فہمی اور قائدانہ اوصاف بعد میں اسلامی ریاست کی قیادت میں پوری شان کے ساتھ نمایاں ہوئے۔

ولادت، تعلیم اور ابتدائی زندگی:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہجرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تقریباً چالیس برس قبل، مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ بچپن کے حالات اگرچہ تفصیل سے محفوظ نہیں، تاہم جوانی ہی سے آپ رضی اللہ عنہ غیر معمولی صلاحیتوں، بلند حوصلے اور قائدانہ اوصاف کے حامل تھے۔

اس دور میں عرب معاشرے میں نسب شناسی، خطابت، شہسواری، فنونِ حرب اور جسمانی قوت کو بڑی اہمیت حاصل تھی، اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان تمام میدانوں میں نمایاں مہارت حاصل کی۔ آپ رضی اللہ عنہ بہترین شہسوار، دلیر سپاہی، فصیح خطیب اور غیر معمولی قوتِ ارادی کے مالک تھے۔

زمانۂ جاہلیت میں لکھنا پڑھنا جاننے والے افراد بہت کم تھے، لیکن آپ رضی اللہ عنہ مکہ کے ان معدود افراد میں شامل تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ جوانی میں آپ رضی اللہ عنہ نے تجارت کو ذریعۂ معاش بنایا اور اس سلسلے میں شام اور دیگر علاقوں کے متعدد اسفار کیے۔ ان اسفار نے آپ رضی اللہ عنہ کے تجربات میں وسعت، فکر میں پختگی، معاملات میں بصیرت اور انتظامی صلاحیتوں میں غیر معمولی نکھار پیدا کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی دیانت، معاملہ فہمی اور غیر معمولی ذہانت کے باعث قریش نے آپ رضی اللہ عنہ کو سفارتی ذمہ داریاں بھی سونپیں۔ قبائل کے درمیان جب کوئی پیچیدہ معاملہ پیش آتا تو آپ رضی اللہ عنہ اپنی حکمت، فہم اور تدبر سے اسے خوش اسلوبی کے ساتھ حل کرتے۔ یہی اوصاف آگے چل کر آپ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا وہ سرمایہ ثابت ہوئے جن کی بدولت آپ اسلامی ریاست کے عظیم منتظم، مدبر اور مثالی حکمران بن کر ابھرے۔

قبولِ اسلام:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زندگی کا سب سے عظیم اور فیصلہ کن مرحلہ قبولِ اسلام تھا۔ اسلام دشمنی سے اسلام کے عظیم علمبردار بننے تک کا یہ سفر اللہ تعالیٰ کی خصوصی مشیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا اور قرآنِ کریم کی روح پرور تاثیر کا روشن مظہر ہے۔

بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابتدائی دور میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسلام کے سخت مخالفین میں شمار ہوتے تھے۔ جو شخص اسلام قبول کرتا، آپ رضی اللہ عنہ اسے سخت اذیتیں دیتے اور ہر ممکن کوشش کرتے کہ وہ اپنے دین سے پھر جائے، لیکن اہلِ ایمان کے استقلال، صبر اور ثابت قدمی کے سامنے آپ رضی اللہ عنہ کی تمام کوششیں بے اثر رہیں۔ اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں یہ دعا فرمائی:

اللَّهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ: بِأَبِي جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ (سنن ترمذی، رقم الحديث: 3681)

''اے اللہ! ابوجہل اور عمر بن خطاب میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہو، اس کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول فرمائی۔ چنانچہ اسلام کا ایک سخت ترین مخالف، دینِ حق کا عظیم محافظ، جاں نثار اور علمبردار بن گیا۔ یہ محض ایک فرد کے ایمان لانے کا واقعہ نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس فضل کا ظہور تھا، جس کے بارے میں فرمایا: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ- یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

قبولِ اسلام کے واقعے کی تفصیلات متعدد روایات میں منقول ہیں، جن میں سے مشہور روایت کے مطابق ایک روز سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ارادہ لے کر نکلے، مگر راستے میں معلوم ہوا کہ آپ کی بہن سیدنا فاطمہ بنت خطاب اور بہنوئی سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہما اسلام قبول کر چکے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ فوراً ان کے گھر پہنچے، جہاں قرآنِ کریم کی تلاوت ہو رہی تھی۔

ابتدائی غصے اور سختی کے بعد جب آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کے صبر، استقامت اور زخمی حالت کو دیکھا تو آپ کا دل نرم پڑ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قرآنِ کریم پڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ قبولِ اسلام کے اس واقعے کے بارے میں بعض روایات میں سورۃ الحدید کی ابتدائی آیات اور بعض میں سورۃ طٰہٰ کی آیات: (اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ) کا ذکر ملتا ہے۔ ذیل میں سورۃ الحدید والی روایت کے مطابق واقعہ ذکر کیا جاتا ہے۔

طہارت کے بعد آپ نے سورۃ الحدید کی ابتدائی آیات کی تلاوت کی: سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ- ''زمین و آسمان میں جو

کچھ ہے سب اللہ کی تسبیح پڑھتے ہیں، وہ غالب اور حکمت والا ہے۔'' پھر جب اس فرمانِ الٰہی پر پہنچے: اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ''۔ تو کلامِ الٰہی کی روح پرور تاثیر نے آپ رضی اللہ عنہ کے دل کی دنیا بدل دی، ایمان کی روشنی سے آپ رضی اللہ عنہ کا سینہ منور ہوگیا اور حق کی صداقت آپ رضی اللہ عنہ پر پوری طرح آشکار ہوگئی۔

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہِ صفا کے دامن میں واقع دارِ ارقم میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تلوار باندھے وہاں پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ابتدا میں کچھ تردد ہوا، لیکن سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''انہیں آنے دو، اگر خیر کے ارادے سے آئے ہیں تو بہتر، ورنہ ان کی اپنی تلوار ہی ان کے خلاف کافی ہوگی۔''

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھے اور فرمایا: ''اے عمر! کس ارادے سے آئے ہو؟'' نبوت کی پُرجلال آواز سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر رقت وہیبت طاری ہوگئی اور آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت عاجزی سے عرض کیا: ''یارسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے آیا ہوں۔'' یہ سنتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز سے ''اللہ اکبر'' فرمایا، اور دارِ ارقم 'اللہ اکبر' کی صداؤں سے گونج اٹھا۔ یوں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام اسلامی تاریخ کے ایک نئے اور روشن باب کا آغاز ثابت ہوا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قبولِ اسلام کے فوراً بعد بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا: ''یارسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: 'کیوں نہیں''۔ عرض کیا: ''پھر ہم اپنی عبادت چھپا کر کیوں کریں؟'' چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دو صفوں میں لے کر بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک صف کے آگے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری صف کی قیادت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ کفارِ مکہ نے جب مسلمانوں کو اس شان و وقار کے ساتھ خانہ کعبہ میں داخل ہوتے دیکھا تو ان پر رعب طاری ہوگیا اور کسی کو مزاحمت کی ہمت نہ ہوئی۔ اس واقعے کے بعد مسلمانوں کو کھلے عام عبادت اور دعوتِ اسلام کا موقع میسر آیا۔ یہی وہ تاریخی موڑ تھا جس کے بعد دعوتِ اسلام نے علانیہ شکل اختیار کی، مسلمانوں کو اجتماعی قوت اور اعتماد حاصل ہوا اور اسلامی دعوت ایک نئے مرحلے میں داخل ہوگئی۔

قبولِ اسلام کے اثرات اور اسلامی معاشرے میں برپا ہونے والا انقلاب:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام اسلامی تاریخ کا ایک فیصلہ کن اور انقلابی موڑ ثابت ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے صرف ایک فرد کا اضافہ نہیں ہوا بلکہ پوری امت کو نئی قوت، خود اعتمادی اور عزت نصیب ہوئی۔ مسلمان، جو اس سے پہلے خوف اور دباؤ کے باعث اپنی عبادات اور دعوتِ دین کو محدود انداز میں انجام دیتے تھے، اب پہلی مرتبہ علانیہ اپنے دین کا اظہار کرنے لگے۔ بیت اللہ میں کھلے عام نماز ادا کی گئی، دعوتِ اسلام نے نئی جرأت حاصل کی اور کفارِ مکہ پر مسلمانوں کا رعب قائم ہوگیا۔ یوں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام اسلامی معاشرے میں ایک نئے دور، نئی قوت اور نئے اعتماد کا نقطۂ آغاز ثابت ہوا۔ اسی لیے محدثین، مفسرین اور جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس واقعے کو اسلام کی عزت، اہلِ ایمان کی تقویت اور دعوتِ حق کی علانیہ اشاعت کا ایک عظیم سنگِ میل قرار دیا ہے۔ ان اثرات کی جھلک احادیثِ نبویہ اور آثارِ صحابہ میں واضح طور پر نظر آتی ہے، جن میں سے چند اہم روایات درج ذیل ہیں:

- مفسرِ قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ، نَزَلَ جِبْرِيلُ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ لَقَدِ اسْتَبْشَرَ أَهْلُ السَّمَاءِ بِإِسْلَامِ عُمَرَ(سنن ابن ماجه، رقم الحديث: 103)

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو حضرت جبرائیل نازل ہوئے اور عرض کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! عمر کے اسلام قبول کرنے پر اہلِ آسمان نہایت خوش ہوئے ہیں۔

- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''عمر کا اسلام لانا ہماری کھلی فتح تھا، ان کی ہجرت اللہ کی خاص نصرت تھی، اور ان کی خلافت ہمارے لیے سراپا رحمت تھی۔''

- ایک دوسری روایت میں وہ فرماتے ہیں:

''اللہ کی قسم! ہم بیت اللہ کے پاس کھلے عام نماز ادا نہیں کر سکتے تھے، یہاں تک کہ عمر اسلام لے آئے۔'' (مستدرک حاکم، طبقات ابن سعد)

- حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں :

''جب عمر مسلمان ہوئے تو اسلام کو غلبہ حاصل ہوا، ہم علانیہ دعوت دینے لگے ، بیت اللہ میں حلقے بنا کر بیٹھتے، طواف کرتے، اور اگر کوئی ہم پر زیادتی کرتا تو اس کا جواب دیتے تھے۔''

ان تمام احادیث و آثار سے واضح ہوتا ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام محض ایک فرد کے ایمان لانے کا واقعہ نہ تھا، بلکہ اسلام کی اجتماعی قوت، مسلمانوں کے اعتماد اور دعوتِ دین کی علانیہ اشاعت کا نقطۂ آغاز تھا۔ اسی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف مواقع پر بھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایمان، فراست، علم اور غیر معمولی دینی بصیرت کو نمایاں فرمایا، جن سے آپ رضی اللہ عنہ کے بلند مقام و مرتبہ کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

فضائلِ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں :

- شیطان بھی آپ رضی اللہ عنہ سے راستہ بدل لیتا ہے :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ''اے ابنِ خطاب! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جب شیطان تمہیں کسی راستے پر چلتے دیکھتا ہے تو وہ راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرلیتا ہے۔ (صحيح البخاري، رقم الحديث: 3683) یہ حدیث سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مضبوط ایمان، تقویٰ اور غیر معمولی روحانی ہیبت کی آئینہ دار ہے۔

- اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔ (سنن ترمذی، رقم الحديث: 3686)

یہ حدیث ختمِ نبوت کے قطعی عقیدے کے منافی نہیں، بلکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بلند ایمان، غیر معمولی فراست اور کمالات کی عظمت کو بیان کرتی ہے۔

- امت کے مُحَدَّث :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ''تم سے پہلی امتوں میں مُحَدَّث ہوتے تھے، اور اگر میری امت میں کوئی مُحَدَّث ہے تو وہ عمر ہیں۔'' (صحيح البخاري، رقم الحديث: 3689)

اسی حدیث مبارکہ میں لفظ ''مُحدَث'' کی تشریح میں صاحب فتح الباری علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ یوں تحریر فرماتے ہیں کہ : ''محدث وہ ہے جس کی طرف اللہ کی طرف سے الہام کیا جائے، ملاء اعلیٰ سے اس کے دل میں القا کیا جائے اور بغیر کسی ارادہ و قصد کے جس کی زبان پر حق جاری کردیا جائے۔'' یعنی اس کی زبان سے حق بات ہی نکلے۔

یہی وجہ ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی متعدد آراء کے موافق بعد میں قرآن کریم کی آیات نازل ہوئیں، جنھیں ''موافقاتِ عمر'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ان میں مقام ابراہیم کو جائے نماز بنانے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا : وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى [البقرة: 125] اسی طرح ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کے لیے پردے کے احکام اور بعض دیگر اہم معاملات میں بھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق وحی نازل ہوئی۔

- خواب میں دودھ پلانا— علم کی علامت :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ''میں نے خواب میں دودھ پیا، یہاں تک کہ اس کی سیرابی میرے ناخنوں میں ظاہر ہونے لگی، پھر میں نے وہ دودھ عمر کو دے دیا۔'' صحابۂ کرام نے عرض کیا : یارسول اللہ! اس کی تعبیر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ''علم''۔ (صحيح البخاري، رقم الحديث: 7006)

اس خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو علم، فہمِ دین اور اجتہادی بصیرت کی غیر معمولی دولت عطا فرمائی۔

- لمبی قمیص— دین میں کمال :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں لوگوں کو مختلف لمبائی کی قمیصوں میں دیکھا، پھر عمر کو دیکھا کہ ان کی قمیص اتنی لمبی تھی کہ زمین پر گھسٹ رہی تھی۔ صحابہ نے عرض کیا : یارسول اللہ! اس کی تعبیر؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ''دین''۔ (صحيح البخاري، رقم الحديث: 7008)

یہ خواب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دین میں پختگی، استقامت اور کامل دینداری کی علامت ہے۔

- رسول اللہ ﷺ کی خصوصی محبت :

ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ عمرہ کے لیے روانہ ہونے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اے میرے بھائی ! اپنی نیک دعاؤں میں ہمیں بھی شریک رکھنا اور ہمیں فراموش نہ کرنا۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: 1498)

یہ ارشاد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی خصوصی محبت، اعتماد اور قربت کا نہایت حسین مظہر ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے یہ ارشادات اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی ایمانی بصیرت، قوتِ فیصلہ، فہمِ دین اور جراَتِ اظہار عطا فرمائی تھی۔ یہی اوصاف بعد میں آپ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک مثالی اسلامی ریاست کی تشکیل کا سبب بنے۔

اسلام کی اشاعت میں کردار :

اسلام قبول کرنے کے بعد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام تر صلاحیتیں دینِ اسلام کی اشاعت، مسلمانوں کی تربیت اور حق کی سربلندی کے لیے وقف کر دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی دعوت کا انداز جبر و اکراہ پر مبنی نہ تھا بلکہ حکمت، حسنِ اخلاق اور عملی نمونے پر قائم تھا۔ خود آپ کا معمول تھا کہ لوگوں کے سامنے اسلام کی تعلیمات کو خوش اسلوبی سے پیش کرتے اور انہیں دینِ حق کی دعوت دیتے۔ اسی بنا پر آپ رضی اللہ عنہ اپنے غلام کو بھی اسلام کی دعوت دیتے رہے، لیکن جب اس نے قبولِ اسلام سے انکار کیا تو آپ نے اس پر کسی قسم کا جبر نہیں کیا بلکہ قرآنِ کریم کے اس اصول پر عمل کرتے ہوئے فرمایا : لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ [البقرة: 256]- ’’دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں۔‘‘

دورِ خلافت میں آپ رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں اور فوجی امرا کو ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ کسی قوم کے ساتھ جنگ سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دی جائے، اس کے محاسن واضح کیے جائیں اور قبولِ حق کا موقع فراہم کیا جائے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام کی فتوحات کے ساتھ ساتھ اخلاق، عدل اور حسنِ سلوک سے متاثر ہو کر بے شمار افراد نے برضا و رغبت اسلام قبول کیا۔ عراق، شام، مصر اور دیگر مفتوحہ علاقوں میں ہزاروں افراد حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ اس طرح سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دعوت صرف فتوحات تک محدود نہ تھی بلکہ کردار، عدل، دیانت اور حسنِ سلوک نے بھی بے شمار لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا۔ یوں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام صرف فتوحات کے ذریعے نہیں، بلکہ اپنے عدل، حسنِ اخلاق، دیانت، رواداری اور عملی نمونے کی بدولت بھی دلوں میں جگہ بناتا چلا گیا۔

خلافتِ فاروقی اور اسلامی ریاست کی تعمیر :

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے 13 ہجری میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد منصبِ خلافت سنبھالا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال سے قبل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت کے بعد آپ کو اپنا جانشین نامزد فرمایا، اور امت نے آپ کی بیعت کر کے آپ کو امیر المومنین کی حیثیت سے قبول کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تقریباً دس سال (13ھ تا 23ھ) پر محیط ہے، جو اسلامی تاریخ کے نہایت درخشاں اور مثالی ادوار میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اعتماد، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع اور امت کی بیعت نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس عظیم ذمہ داری پر فائز کیا، جسے آپ رضی اللہ عنہ نے امانتِ الٰہی سمجھ کر پوری دیانت، عدل اور اخلاص کے ساتھ نبھایا۔

اس مختصر عرصۂ خلافت میں اسلامی ریاست نے غیر معمولی وسعت حاصل کی۔ عراق، شام، مصر، فلسطین، ایران، خراسان، مشرقی اناطولیہ، جنوبی آرمینیا اور سجستان فتح ہو کر اسلامی مملکت میں شامل ہوئے، اور سلطنت کا رقبہ تقریباً بائیس لاکھ اکاون ہزار (22,51,000) مربع میل تک پھیل گیا۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہی کے دورِ خلافت میں پہلی مرتبہ یروشلم فتح ہوا۔ اس طرح ساسانی سلطنت کا پورا علاقہ اور بازنطینی سلطنت کا تقریباً ایک تہائی حصہ اسلامی ریاست کے زیرِ نگیں آ گیا۔ ساسانی سلطنت جیسی عظیم شہنشاہیت کو دو سال سے بھی کم عرصے میں زیر کرنا، پھر اتنی وسیع سلطنت کی سرحدوں کی حفاظت، انتظامی استحکام، رعایا کی ضروریات کی نگہداشت اور ریاستی امور کو نہایت حسنِ انتظام، بصیرت اور ذمہ داری کے ساتھ چلانا، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی غیر معمولی عسکری، انتظامی اور قائدانہ صلاحیتوں کا روشن ثبوت ہے۔ دوسری جانب اندرونِ ریاست عدل و انصاف، امن و امان، مالی نظم و نسق، عدالتی اصلاحات، رفاہِ عامہ اور انتظامی استحکام کے ایسے مضبوط اصول قائم کیے گئے جو بعد کی اسلامی حکومتوں کے لیے بھی نمونہ عمل بنے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلافت کو محض اقتدار یا حکمرانی کا منصب نہیں سمجھا بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کی امانت تصور کرتے ہوئے اپنی تمام

صلاحیتیں امت کی خدمت، رعایا کی فلاح، دینِ اسلام کی سربلندی اور انصاف کے قیام کے لیے وقف کر دیں۔
اسی احساسِ ذمہ داری کے تحت آپ ﷛ نے قرآن و سنت کی تعلیمات کو بنیاد بنا کر اسلامی ریاست کو ایک مضبوط، منظم اور فلاحی مملکت کی شکل دی۔
آپ ﷛ کی حکمرانی کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اقتدار کو خدمتِ خلق، عدل و انصاف اور جواب دہی کا ذریعہ بنایا گیا، نہ کہ ذاتی اقتدار یا شاہانہ طرزِ حکومت کا۔
سیدنا عمر فاروق ﷛ حکمرانوں اور سرکاری عمال کے احتساب میں غیر معمولی سختی اختیار فرماتے تھے۔ کسی بھی گورنر کو تقرر سے پہلے تقویٰ، دیانت اور سادگی کا پابند بنایا جاتا، اس کے اموال کا اندراج کیا جاتا اور دورانِ ملازمت اگر اس کی دولت میں غیر معمولی اضافہ ہوتا تو اس کی مکمل تحقیق کی جاتی۔ آپ ﷛ حکام سے یہ عہد بھی لیتے تھے کہ وہ عوام سے الگ تھلگ زندگی اختیار نہیں کریں گے، دروازوں پر پہرے دار نہیں بٹھائیں گے، پر تعیش لباس استعمال نہیں کریں گے اور ضرورت مندوں کے لیے ان کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔ حج کے موقع پر آپ ﷛ عام اعلان کراتے کہ جس شخص کو کسی عامل یا گورنر سے شکایت ہو وہ بلا خوف و تردد پیش کرے، پھر شکایات کی مکمل تحقیق کے بعد انصاف فراہم کیا جاتا۔
عدلِ فاروقی کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ قانون کی نظر میں امیر و غریب، حاکم و محکوم سب برابر تھے۔ اگر کسی سرکاری افسر سے کسی عام شہری پر ظلم ثابت ہو جاتا تو اس سے بھی اسی طرح قصاص لیا جاتا جیسے کسی عام فرد سے لیا جاتا۔ اسی عدل و مساوات نے رعایا کے دلوں میں حکومت کے لیے اعتماد اور اطمینان پیدا کیا اور اسلامی ریاست کو ایک حقیقی فلاحی ریاست کی شکل عطا کی۔
سیدنا عمر فاروق ﷛ نے عدالتی نظام کو بھی باقاعدہ منظم کیا۔ مختلف شہروں میں عدالتیں قائم کیں، قاضیوں کی تقرری کے لیے اصول مقرر کیے اور ان کی معقول تنخواہیں مقرر فرمائیں تاکہ وہ رشوت اور مالی دباؤ سے محفوظ رہیں۔ اسی طرح مشکل دینی اور قانونی مسائل کے حل کے لیے ایک علمی مجلس قائم کی گئی جس میں حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت معاذ بن جبل، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابی بن کعب ﷡ اور دیگر جلیل القدر صحابۂ کرام شامل تھے۔ یوں عدل و قضا کا ایسا مضبوط نظام قائم ہوا جو بعد کی اسلامی حکومتوں کے لیے نمونہ بن گیا۔
مالی نظم و نسق کے میدان میں بھی آپ کی خدمات نہایت نمایاں ہیں۔ آپ ﷛ نے بیت المال کو مستقل سرکاری ادارے کی حیثیت دی، اس کی شاخیں مختلف صوبوں میں قائم کیں، آمدنی اور اخراجات کے باقاعدہ رجسٹر تیار کرائے اور سرکاری مالیات کے لیے منظم حساب کتاب کا آغاز کیا۔ اسی دور میں اسلامی تاریخ کا عظیم الشان سنِ ہجری جاری کیا گیا، جس سے سرکاری دستاویزات، عدالتی فیصلوں اور انتظامی معاملات میں ایک مستقل تاریخی نظام قائم ہوا۔
اسلامی ریاست میں امن و امان کے قیام کے لیے آپ ﷛ نے پولیس کا محکمہ قائم کیا، جیل خانوں کی بنیاد رکھی اور عوامی مفاد سے متعلق معاملات کی نگرانی کا باقاعدہ انتظام فرمایا۔ بازاروں میں ناپ تول کی درستگی، راستوں کی کشادگی، ناجائز تجاوزات کی روک تھام اور معاشرتی نظم و ضبط کے قیام پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی۔ اس طرح حکومت کا مقصد صرف جرائم کی سزا دینا نہیں بلکہ معاشرے کو اصلاح اور انصاف کی بنیاد پر استوار کرنا تھا۔
سیدنا عمر فاروق ﷛ نے رفاہِ عامہ اور تعمیر و ترقی کے میدان میں بھی بے مثال خدمات انجام دیں۔ نئی بستیاں آباد کیں، سڑکیں، پل، سرائیں، مساجد، فوجی چھاؤنیاں اور سرکاری عمارتیں تعمیر کرائیں، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان سفری سہولیات فراہم کیں اور زراعت کی ترقی کے لیے نہریں کھدوائیں۔ خصوصاً نہرِ امیر المومنین جیسی عظیم نہر نے تجارت، زراعت اور عوامی زندگی پر گہرے مثبت اثرات مرتب کیے۔ ان اقدامات نے اسلامی ریاست کو ایک مضبوط، خوشحال اور منظم سلطنت میں تبدیل کر دیا۔
اس طرح سیدنا عمر فاروق ﷛ نے اسلامی خلافت کو عدل، احتساب، مضبوط انتظام اور عوامی خدمت کا ایسا عملی نمونہ بنا دیا جس نے رہتی دنیا تک اسلامی حکمرانی کے اصول متعین کیے۔ آپ کے قائم کردہ یہ اصول بعد کی اسلامی ریاستوں کے لیے بھی رہنما ثابت ہوئے اور آج تک مثالی حکمرانی کے روشن نمونے کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔
انہی بے مثال خدمات کے باعث تاریخِ اسلام میں سیدنا عمر فاروق ﷛ کا دورِ خلافت اسلامی ریاست کے انتظامی ارتقا، عدلِ اجتماعی اور فلاحی حکمرانی کے سنہری دور کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ جس میں عدل، احتساب، رفاہِ عامہ اور مضبوط نظمِ حکومت اپنی کامل ترین صورت میں نمایاں ہوئے۔

شہادت:

بخاری شریف میں سیدنا انس بن مالک ﷛ سے مروی حدیث ہے کہ ''ایک دفعہ حضور پُر نور ﷺ اُحد کے پہاڑ پر تشریف لے گئے، آپ کے ہمراہ

ابو بکر، عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) بھی تھے، اُحد کا پہاڑ لرزنے لگا تو حضور انور ﷺ نے اپنا قدم مبارک اُحد پہاڑ پر مارتے ہوئے فرمایا: ''اے اُحد! ٹھہر ارہ کہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہی تو ہیں۔'' (صحيح البخاري، رقم الحديث: 3686)

اس کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ: اللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ، وَاجْعَلْ مَوْتِي فِي بَلَدِ رَسُولِكَ ﷺ اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت کی موت دینا اور موت آئے تو تیرے حبیب (ﷺ) کے شہر میں آئے۔''

رسول اللہ ﷺ کی اس پیش گوئی کے مطابق سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہمیشہ شہادت کی آرزو رکھتے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے آخر کار آپ رضی اللہ عنہ کی یہ دعا قبول فرمائی۔ شہادت سے کچھ عرصہ قبل بعض علامات بھی ظاہر ہوئیں جن میں آپ رضی اللہ عنہ کا دیکھا ہوا خواب قابلِ ذکر ہے۔

آخری ایامِ حیات میں آپ رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ ایک سرخ مرغ نے آپ رضی اللہ عنہ کے شکم مبارک میں تین چونچیں ماریں، آپ نے یہ خواب لوگوں سے بیان کیا اور فرمایا کہ میری موت کا وقت قریب ہے۔ اس کے بعد یہ ہوا کہ ایک روز اپنے معمول کے مطابق بہت سویرے نماز کے لیے مسجد میں تشریف لے گئے، اس وقت ایک درّہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور سونے والے کو اپنے درّہ سے جگاتے تھے، مسجد میں پہنچ کر نمازیوں کی صفیں درست کرنے کا حکم دیتے، اس کے بعد نماز شروع فرماتے اور نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے۔ اس روز بھی آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا، نماز ویسے ہی آپ نے شروع کی تھی، صرف تکبیر تحریمہ کہنے پائے تھے کہ ایک مجوسی کافر ابو لؤلؤ (فیروز) جو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا، ایک زہر آلود خنجر لیے ہوئے مسجد کی محراب میں چھپا ہوا بیٹھا تھا، اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے شکم مبارک میں تین زخم کاری اس خنجر سے لگائے، آپ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو کر گر گئے اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر بجائے آپ رضی اللہ عنہ کی امامت کے مختصر نماز پڑھ کر سلام پھیرا، ابو لؤلؤ نے چاہا کہ کسی طرح مسجد سے باہر نکل کر بھاگ جائے، مگر نمازیوں کی صفیں مثل دیوار کے حائل تھیں، اس سے نکل جانا آسان نہ تھا، اس نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی زخمی کرنا شروع کر دیا، تیرہ صحابہ زخمی ہوئے، جن میں سے سات جاں بر نہ ہو سکے، اتنے میں نماز ختم ہو گئی اور ابو لؤلؤ کو قابو میں کر لیا گیا، جب اس نے دیکھا کہ میں گرفتار ہو گیا تو اسی خنجر سے اس نے اپنے آپ کو ہلاک کر دیا۔ (خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، از لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ)

بالآخر آپ رضی اللہ عنہ کی دعائے شہادت کو حق تعالیٰ نے قبول فرمایا اور دیارِ حبیب ﷺ میں بلکہ مُصلائے رسول (ﷺ) پر 26 ذو الحجہ 23 ہجری کو آپ رضی اللہ عنہ زخمی کیے گئے اور یکم محرم 24 ہجری کو آپ نے شہادت پائی۔ شہادت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور خاص روضۂ نبوی ﷺ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آپ رضی اللہ عنہ کی قبر بنائی گئی۔

بلاشبہ امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیرتِ مبارکہ ایمان، تقویٰ، عدل، شجاعت، بصیرت، زہد، خدمتِ خلق اور اعلیٰ قیادت کا ایسا جامع نمونہ ہے جس کی مثال تاریخِ عالم میں بہت کم ملتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے قول و عمل سے یہ ثابت کیا کہ جب اقتدار خوفِ خدا، عدل و انصاف اور عوامی خدمت کے اصولوں کے تابع ہو تو ریاست امن، استحکام، ترقی اور فلاح کا گہوارہ بن جاتی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلامی ریاست نے غیر معمولی وسعت حاصل کی، عدل و انصاف کا ایسا مضبوط نظام قائم ہوا جس میں امیر و غریب، حاکم و محکوم اور عرب و عجم سب قانون کے سامنے برابر تھے۔ انتظامی، عدالتی، مالی، عسکری، تعلیمی اور سماجی اصلاحات کے ذریعے آپ رضی اللہ عنہ نے اسلامی ریاست کو ایسی مضبوط بنیادیں فراہم کیں جن سے بعد کے ادوار نے بھی رہنمائی حاصل کی۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حیاتِ طیبہ ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ حق پر ثابت قدمی، اللہ تعالیٰ پر کامل توکل، خوفِ خدا، رعایا کے حقوق کی ادائیگی، احتسابِ نفس، دیانت، امانت اور خدمتِ انسانیت ہی کامیاب قیادت کی اصل بنیادیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخِ اسلام میں ''عدلِ فاروقی'' مثالی حکمرانی اور صالح قیادت کی ایک لازوال علامت بن چکا ہے، اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت ہر دور کے حکمرانوں، اہلِ علم، داعیانِ دین اور عام مسلمانوں کے لیے کردار سازی، احساسِ ذمہ داری اور عملی رہنمائی کا روشن نمونہ اور دائمی مشعلِ راہ ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔

''غور و فکر کا نتیجہ''

گرے رنگ (Grey Color)

ام امان قدوائی

سابقہ طالبہ رجوع الی القرآن کورس سال دوم

ایک دن لاؤنج میں بیٹھے بیٹھے کچن کی طرف نظر پڑی تو دیکھا کہ پورا کچن گرے رنگ (Grey Color) کا ہے۔ کہیں ہلکا گرے رنگ، کہیں گہرہ، جب کہ دیوار سفید رنگ کی ہے، ٹائلز، کیبنٹ، فریج، چولہا سب گرے کلر کا، کوئی گہرہ اور کوئی ہلکا- لیکن جو سفید دیوار ہے وہ اس کچن کو روشن کر رہی ہے۔ اگر یہ دیوار بھی ہلکے یا گہرے گرے رنگ کی ہوتی تو پورا کچن گُھٹ جاتا، چلو ہلکا گرے رنگ تو پھر بھی قابل قبول ہے لیکن گہرہ ناقابل برداشت۔ اس سفید رنگ کی بدولت ہی تو کچن بڑا، روشن اور صاف ستھرا لگ رہا تھا۔

پھر یکا یک خیال آیا کاش ہمارا دل بھی ایسا ہی صاف شفاف، روشن اور گناہوں سے پاک ہوتا، بالکل سفید رنگ کی طرح- جس کی سفیدی سے ہمارے ظاہر اور باطن دونوں ہی روشن ہوجاتے لیکن ہمارے دل بھی رنگ بدلتے ہیں کبھی گہرہ گرے اور کبھی ہلکا گرے۔

جب انسان سے گناہ سرزد ہوجاتا ہے تو صاف شفاف سفید دل پر کالا دھبہ پڑجاتا ہے اور گناہ پر اگر فوراً توبہ نہ کی جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان مزید گناہ میں ملوث ہوجاتا ہے۔ جس سے دل میں جو ایمان کی سفیدی ہے وہ گناہ کے کالے رنگ کی آمیزش سے پہلے ہلکا گرے پھر گہرہ گرے اور پھر گناہوں میں ڈوبا ہوا دل پورا کالا ہوجاتا ہے۔ لیکن جب انسان توبہ کرتا ہے تو نیکی کرنا آسان ہوجاتا ہے اور اس کی نقد جزا یہ ہے کہ انسان خیر کے کام بڑھا دیتا ہے۔ نتیجہ یہ دل کا رنگ سیاہی سے گہرہ گرے پھر ہلکا گرے یہاں تک کہ بالکل سفید ہوجاتا ہے۔ لیکن ایسا ہوتا نہیں ہے کہ انسان کا دل ہمیشہ سفید ہی رہے۔ اگر ایسا ہوتا تو بقول الصادق المصدوق محمد مصطفیٰ ﷺ کہ ''فرشتے تم سے تمہارے بستروں پر مصافحہ کرتے۔'' اصلاً تو یہ گھٹنا اور بڑھنا ایمان کی کیفیت ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ انسان خطا کار ہے لیکن بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔

كل بني آدم خطّاء وخير الخطّائين التوّابون (سنن ابن ماجه، رقم الحديث: 4251)

لہذا مومن جب بھی غلطی سے کوئی گناہ کا ارتکاب کرلیتا ہے تو دل پر کالا دھبہ پڑجاتا ہے۔ اور جیسے ہی اس کا احساس ہوجاتا ہے کہ ہم نے غلطی کی ہے تو وہ اللہ کے حضور روتے ہیں، گڑگڑاتے ہیں، توبہ کرنے میں جلدی کرتے ہیں اور اللہ ان کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ لہذا دل کے رنگ بدلنے کا معاملہ بھی نیکی اور بدی سے تعلق رکھتا ہے۔

اس سے ایک بات کا اور پتہ چلا گویا کہ یہ دل کا سفید رنگ ''نفس مطمئنہ'' ہوگا۔ دل کا گہرہ گرے رنگ (جس میں گناہوں کی آمیزش ہوگی) وہ ''نفس امارہ'' ہوگا (کیونکہ نفس اپنی جبلت و فطرت کے اعتبار سے ''امارۃ بالسوء'' ہوتا ہے یعنی انسان کو برے کاموں کی طرف بلانے اور اس میں بتلا کرنے کا داعی ہوتا ہے) ''معارف القرآن''۔

اور ہلکا گرے رنگ ''نفس لوامہ'' کی علامت ہوگا۔ وہ نفس جو انسان کو ملامت کرتا ہے جسے ہم ضمیر بھی کہتے ہیں۔ ''نفس لوامہ'' وہ نفس ہے کہ جو فطری اعتبار سے انسان کو برائی کی طرف بلانے والا ہوتا ہے لیکن ایمان اور عمل صالح اور ریاضت و مجاہدہ سے یہ نفس ''لوامہ'' بن جاتا ہے کہ برائی اور کوتاہی پر نادم ہونے لگتا ہے مگر برائی سے انقطاع اس کا نہیں ہوتا۔ آگے عمل صالح میں ترقی اور قرب حق تعالیٰ کے حصول

میں کوشش کرتے کرتے جب اس کا یہ حال ہوجائے کہ شریعت اس کی طبیعت بن جائے اور خلاف شرع کام سے طبعی نفرت بھی ہونے لگے تو اس نفس کا لقب ''مطمئنہ'' ہوجاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ''معارف القرآن''

اور اسی نفس لوامہ کی قسم اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ القیامہ میں کھائی ہے۔ نفس لوامہ کی قسم کھانا اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ایسے نفوس مومنہ کے اکرام و شرف کے اظہار کے لیے ہے جو خود اپنے اعمال کا محاسبہ کرکے کوتاہی پر نادم ہوتے ہیں اور اپنے کو ملامت کرتے ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''نفس لوامہ مومن کا نفس ہے۔ وہ ہر وقت اپنے تئیں ملامت ہی کرتا رہتا ہے۔''

خوشی تو اس بات کی ہوئی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی توفیق سے اس حقیر بندی کو اپنے کچن پر غور و فکر کرنے سے حقیقت کی طرف رہنمائی نصیب ہوئی۔ لہذا معلوم ہوا کہ انسان کو غور و فکر کرتے رہنا چاہیے جیسا کہ سورۃ آلِ عمران کے آخری رکوع میں ہم نے بارہا اس ترجمہ کو پڑھا۔

''بے شک آسمان اور زمین کا بنانا اور رات دن کا آنا جانا، اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے۔ وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور فکر کرتے ہیں آسمان اور زمین کی پیدائش میں۔ کہتے ہیں اے رب ہمارے! تو نے بے کار نہیں بنایا کچھ بھی، تو پاک ہے سب عیبوں سے، سو ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے۔'' اللھم اجعلنا منھم۔

اللہ تعالیٰ ہمیں غور و فکر کے زیور سے حقیقت الاشیاء کا علم عطا فرمائے، جس طرح اس ناچیز نے ایک ناحق بے جان شے سے ایک حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کی۔

غور و فکر کرنے کی فضیلت :

غور و فکر معرفتِ الٰہی کا سبب ہونے کی وجہ سے بہت بڑی عبادت ہے۔ اسی لیے حضرت بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ایک گھڑی آیاتِ قدرت میں غور کرنا پوری رات کی عبادت سے بہتر اور زیادہ مفید ہے۔'' (ابن کثیر)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس غور و فکر کو افضل عبادت فرمایا ہے۔ (ابن کثیر)

حسن بن عامر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سنا ہے، سب یہ فرماتے تھے کہ ایمان کا نور اور روشنی تفکر ہے۔

حضرت سفیان عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ غور و فکر ایک نور ہے جو تیرے دل میں داخل ہو رہا ہے۔

علامہ محمد اقبال مرحوم

یہ ہیں سب ایک ہی سالک کی جستجو کے مقام — وہ جس کی شان میں آیا ہے 'علم الاسما'
مقام ذکر، کمالات رومی و عطار — مقام فکر، مقالات بو علی سینا
مقام فکر ہے پیمائش زمان و مکاں — مقام ذکر ہے سبحان ربی الاعلیٰ

ضرب کلیم

ہجرت: اسلامی تاریخ کا نقطۂ آغاز

ابورفیع معراج اللہ

معاون شعبۂ تصنیف و تالیف قرآن اکیڈمی یاسین آباد

دنیا کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر قوم نے اپنے اجتماعی تشخص، تہذیبی شعور اور تاریخی ورثے کو محفوظ رکھنے کے لیے کسی نہ کسی نظامِ تاریخ کو اختیار کیا ہے۔ بعض اقوام نے اپنے بادشاہوں کی تاج پوشی کو بنیاد بنایا، بعض نے کسی عظیم جنگ یا قومی انقلاب کو اپنی تاریخ کا نقطۂ آغاز قرار دیا، جب کہ بعض نے مذہبی شخصیات یا غیر معمولی واقعات سے اپنے تقویمی نظام کو وابستہ کیا۔ اسلام نے بھی امتِ مسلمہ کو ایک مستقل اور منفرد نظامِ تاریخ عطا کیا، لیکن اس کی بنیاد کسی سیاسی فتح، کسی سلطنت کے قیام یا کسی حکمران کی پیدائش پر نہیں رکھی گئی بلکہ ایک ایسے عظیم الشان واقعے کو اس کا مرکز بنایا گیا جس نے نہ صرف مسلمانوں کی تقدیر بدلی بلکہ پوری انسانی تاریخ کا رخ تبدیل کر دیا۔ یہ واقعہ ہجرتِ نبوی ﷺ ہے۔

ہجرت درحقیقت حق و باطل کے درمیان حدِ فاصل، قربانی و استقامت کا مظہر، اور اسلامی تہذیب و ریاست کے عملی ظہور کا نقطۂ آغاز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنی تاریخ کو اسی عظیم واقعے سے وابستہ کیا اور ''سنِ ہجری'' کے نام سے ایک ایسا نظامِ تقویم اختیار کیا جو آج بھی امتِ مسلمہ کی دینی اور تہذیبی شناخت کا امین ہے۔ جب بھی نیا ہجری سال شروع ہوتا ہے تو یہ محض ایک نئے عدد کے آغاز کا نام نہیں ہوتا بلکہ یہ مسلمانوں کو ان کے شاندار ماضی، ان کے اسلاف کی قربانیوں اور دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے دی جانے والی لازوال جدوجہد کی یاد دلاتا ہے۔

اسلام سے قبل عربوں کا نظامِ تاریخ:

اسلام سے پہلے عرب معاشرہ اگرچہ قمری مہینوں سے واقف تھا اور سال کے بارہ مہینوں کے نام بھی رائج تھے، لیکن ان کے پاس سالوں کی گنتی کا کوئی مستقل اور جامع نظام موجود نہیں تھا۔ عرب عموماً اہم واقعات کے ذریعے زمانے کا تعین کرتے تھے؛ مثلاً ''عام الفیل'' ایک ایسا مشہور واقعہ تھا جس کی نسبت سے کئی سالوں تک تاریخ بیان کی جاتی رہی۔

اسی طرح بڑی جنگوں، قبائلی معرکوں، قحط سالیوں یا دیگر نمایاں واقعات کو زمانی شناخت کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ یہ طریقہ ایک محدود معاشرے کے لیے کسی حد تک کارآمد تو تھا، لیکن ایک منظم ریاست اور وسیع سلطنت کے انتظامی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ناکافی تھا۔ جب اسلام کی روشنی پورے جزیرۂ عرب میں پھیل گئی اور خلافتِ راشدہ کے دور میں اسلامی ریاست کی حدود عراق، شام، مصر اور ایران تک وسیع ہو گئیں تو سرکاری خطوط، مالی معاملات، عدالتی فیصلوں اور بین الاقوامی معاہدات کے لیے ایک ایسے نظامِ تاریخ کی ضرورت شدت سے محسوس ہوئی جو واضح، مستقل اور تمام مسلمانوں کے لیے یکساں طور پر قابلِ قبول ہو۔ چنانچہ یہ ضرورت بعد میں سنِ ہجری کے اجراء کا سبب بنی اور اسلامی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔

سنِ ہجری کے اجراء کا پس منظر:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلامی ریاست ایک مضبوط اور منظم سلطنت کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ عراق، شام، مصر اور فارس کے وسیع علاقے اسلامی حکومت کے زیرِ نگیں آ چکے تھے اور ریاستی نظم و نسق کے لیے متعدد نئے ادارے قائم ہو رہے تھے۔ انہی

دنوں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے، جو اس وقت بصرہ کے گورنر تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں عرض کیا کہ امیر المومنین کی طرف سے جو سرکاری خطوط موصول ہوتے ہیں ان میں مہینہ تو درج ہوتا ہے لیکن سال کا ذکر نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے بعض اوقات یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے کہ حکم نامہ کس سال جاری ہوا تھا۔ اس مسئلے نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک مستقل اسلامی تقویم مرتب کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ آپ نے اکابر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک مجلسِ شوریٰ منعقد فرمائی تاکہ اس اہم مسئلے کا حل نکالا جا سکے۔ اس مجلس میں مختلف آراء پیش کی گئیں۔

بعض حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کو آغازِ تاریخ بنانے کی تجویز دی، بعض نے بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنیاد قرار دینے کی رائے دی، جب کہ بعض نے وصالِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تاریخ شروع کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ مسلمانوں کی تاریخ کا آغاز ہجرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہونا چاہیے، کیونکہ یہی وہ واقعہ ہے جس کے بعد اسلام کو اجتماعی قوت حاصل ہوئی، اسلامی ریاست قائم ہوئی اور مسلمانوں کی مستقل شناخت وجود میں آئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے اتفاق کیا، چنانچہ سنِ ہجری کا قیام امت کے اجماعی فیصلے کے ذریعے عمل میں آیا۔

اس فیصلے کی تائید صحیح بخاری کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«مَا عَدُّوا مِنْ مَبْعَثِ النَّبِيِّ ﷺ وَلَا مِنْ وَفَاتِهِ، مَا عَدُّوا إِلَّا مِنْ مَقْدَمِهِ الْمَدِينَةَ»(صحيح البخاری، رقم الحديث: 3934)

یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تاریخ شمار کی اور نہ وصالِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، بلکہ مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری یعنی ہجرت سے تاریخ کا آغاز کیا۔

یہ روایت واضح کرتی ہے کہ سنِ ہجری کا انتخاب محض ایک انتظامی فیصلہ نہیں تھا بلکہ اس کے پیچھے گہری دینی بصیرت اور اجتماعی حکمت کارفرما تھی۔

قرآنِ کریم اور قمری سال:

اسلامی تقویم قمری نظام پر قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوۡرِ عِنۡدَ اللّٰهِ اثۡنَا عَشَرَ شَهۡرًا فِىۡ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوۡمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ مِنۡهَاۤ [التوبة: 36]

''بے شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے، اللہ کی کتاب میں، جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔''

اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡاَهِلَّةِ ‌ؕ قُلۡ هِىَ مَوَاقِيۡتُ لِلنَّاسِ وَالۡحَجِّ‌ؕ [البقرة: 189]

''وہ آپ سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجیے کہ وہ لوگوں اور حج کے اوقات معلوم کرنے کے ذرائع ہیں۔''

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی نظامِ اوقات و تقویم کی بنیاد قمری مہینے ہیں۔

ماہِ محرم کی فضیلت:

محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ اور چار حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے۔ قرآنِ کریم نے ان مہینوں کی عظمت بیان فرمائی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ (صحيح مسلم، رقم الحديث: 1163)

''رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے روزے ہیں۔''

یہ فضیلت اس بات کی دلیل ہے کہ اسلامی سال کا آغاز ایک بابرکت اور محترم مہینے سے ہوتا ہے۔

ہجری سال کا پیغام :

اسلامی سال کی ابتدا ہمیں صرف تاریخ تبدیل ہونے کی خبر نہیں دیتی بلکہ یہ عظیم پیغام دیتی ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے قربانی، جدوجہد اور ہجرت ہی کامیابی کا راستہ ہے۔ ہجرتِ نبوی ہمیں سکھاتی ہے کہ جب دین اور ایمان کا تقاضا ہو تو انسان کو اپنے آرام، مال اور وطن تک کی قربانی دینی پڑ سکتی ہے۔

سنِ ہجری کا آغاز مسلمانوں کو ان کی اصل شناخت یاد دلاتا ہے۔ یہ تقویم امتِ مسلمہ کی دینی، تہذیبی اور تاریخی خودمختاری کی علامت ہے۔

افسوس کہ آج بہت سے مسلمان اپنی ہجری تاریخ سے ناواقف ہیں، حالانکہ یہی تقویم انہیں اپنے ماضیِ تابناک سے جوڑتی ہے۔

نتیجہ :

اسلامی سال کی ابتدا ایک عظیم تاریخی فیصلے کا نتیجہ ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے طے پایا۔

ہجرتِ نبوی ﷺ کو اسلامی تاریخ کا نقطۂ آغاز قرار دینا اس حقیقت کا اعلان ہے کہ اسلام کی اصل قوت ایمان، قربانی، استقامت اور اللہ پر توکل میں ہے۔ ماہِ محرم سے سال کا آغاز اس بات کی یاددہانی ہے کہ مسلمان اپنی زندگی کا ہر نیا مرحلہ اللہ کی اطاعت، تقویٰ اور اصلاحِ نفس کے ساتھ شروع کریں۔ چنانچہ ہجری سال کی آمد محض ایک تقویمی تبدیلی نہیں، بلکہ اپنے ایمان، اعمال اور تعلق باللہ کے جائزے کا ایک اہم موقع ہے۔

ڈیجیٹل دور میں اولاد کی پرورش

فطرت اور محبت کی پکار

احمد حمدی

استاذ قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

آج ہم جس دور میں جی رہے ہیں، وہاں ہمارے گھروں کا نقشہ بدل چکا ہے۔ اینٹ اور پتھر کی دیواریں تو وہی ہیں، لیکن روح کہیں کھو گئی ہے۔ ہم نے ٹیکنالوجی کو سہولت کے لیے اپنایا تھا، لیکن بدقسمتی سے یہ ہمارے گھروں کے سکون اور رشتوں کی گرماہٹ کو نگل رہی ہے۔

بحیثیت والدین، ہمیں سب سے پہلے یہ اعتراف کرنا ہوگا کہ ہماری اولاد اللہ کی دی ہوئی ایک مقدس امانت اور ایک قیمتی جوہر ہے۔ ہمیں اپنی اولاد کو ''اسکرین کا یتیم'' بننے سے بچانا ہوگا۔ ہمارے بچے ہم سے مہنگے تحفے اور گیجٹس (Gadgets) نہیں مانگتے، بلکہ وہ ہمارا ''وقت'' اور ''توجہ'' مانگتے ہیں۔

آئیے، ہم مل کر اپنی کوتاہیوں کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ سائنس اور اسلام ہمیں اس بارے میں کیا رہنمائی دیتے ہیں۔

بچوں کی نشوونما کے دو بنیادی ستون:

ہمیں یہ گرہ باندھ لینی چاہیے کہ بچوں کی بہترین اور متوازن نشوونما کے لیے دو چیزیں آکسیجن کی طرح ضروری ہیں: ایک محبت (Affection) اور دوسری فطرت (Nature)۔

پہلا ستون: محبت اور شفقت (Affection)

جدید سائنس اور نفسیات متفق ہیں کہ جب بچے کو محبت، لمس اور توجہ ملتی ہے تو اس کا دماغ تیزی سے نشو و نما پاتا ہے۔ اگر یہ نہ ملے تو بچہ "Affection Deficit" (محبت کے قحط) کا شکار ہو جاتا ہے، جو اس کی پوری شخصیت کو مسخ کر دیتا ہے۔

ہمارے دین نے ہمیں یہی سکھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے، لیکن یہ احسان دو طرفہ ہے، ہم پر بھی واجب ہے کہ ہم اولاد کے ساتھ شفقت کا معاملہ کریں۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ اپنے نواسوں کو چومتے، گود میں اٹھاتے اور ان کے ساتھ کھیلتے تھے۔ جب ایک بدو نے یہ دیکھ کر تعجب کیا کہ وہ اپنے بچوں کو نہیں چومتا، تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحمت نکال دی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟''

دوسرا ستون: فطرت اور قدرتی ماحول (Nature)

ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے بنایا ہے، اس لیے ہمارا حقیقی سکون مٹی، کھلی فضا، دھوپ، درختوں اور پرندوں میں ہی پوشیدہ ہے۔ جو بچہ دھوپ اور کھلی ہوا سے محروم رہ کر کمرے میں بند رہتا ہے، وہ "Nature Deficit" کا شکار ہو کر ڈپریشن اور چڑچڑے پن میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم بچوں کو ''انڈور'' قید سے نکال کر اللہ کی بنائی ہوئی کائنات سے جوڑیں۔

بچے کی پانچ نفسیاتی ضرورتیں اور ہماری کوتاہیاں :

ہر بچے کی 5 جذباتی بھوکیں (Needs) ہیں، اور اگر ہم بحیثیت والدین انہیں پورا نہ کریں تو بچہ نفسیاتی مریض بن سکتا ہے :

مجھے دیکھا جائے (To be seen).بچہ چاہتا ہے کہ ہم اسے محبت اور شوق کی نگاہ سے دیکھیں۔ لیکن افسوس کہ آج ہمارا جسم بچے کے پاس ہوتا ہے مگر آنکھیں اور دماغ موبائل اسکرین میں۔ بچہ اس ''غیر موجودگی'' کو محسوس کرتا ہے اور یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ ''میں اہم نہیں ہوں، موبائل اہم ہے''۔

مجھے چھوا جائے (To be touched) جسمانی لمس سے بچے کے اعصاب پر سکون ہوتے ہیں اور اس میں اعتماد پیدا ہوتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بچوں کو گلے لگائیں اور پیار کریں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ بچوں کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرتے تھے۔

مجھے سنا جائے (To be heard) ہمیں بچوں کی بات پوری توجہ سے سننی چاہیے۔ ہماری ''جلدی بتاؤ، کیا کام ہے؟'' والی بے صبری بچے کی خود اعتمادی ختم کر رہی ہے۔ ہمیں نبی ﷺ کی سنت اپنانی چاہیے کہ جب بچے بات کریں تو پورا جسم موڑ کر ان کی طرف متوجہ ہوں۔

مجھے سمجھا جائے (To be understood) ہمیں بچے کی نیت پر شک کرنے کے بجائے اس پر اعتماد کرنا چاہیے اور اس کے بارے میں حسنِ ظن رکھنا چاہیے۔

مجھے جانا جائے (To be known) ہمیں بچوں کا سماجی تعارف کروانا چاہیے اور انہیں حقیقی رشتوں (دادا، دادی، خالہ، پھوپھی) سے جوڑنا چاہیے، کیونکہ آج کل بچے صرف آن لائن پروفائلز کو جانتے ہیں، زندہ انسانوں کو نہیں۔

اسکرین کے تباہ کن اثرات : چار جہتیں

ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ اسکرین کا بے جا استعمال بچے کی زندگی کو چاروں طرف سے گھیر کر تباہ کر رہا ہے :

جسمانی نقصان : رات کو اسکرین کی نیلی روشنی (Blue light) نیند کے قدرتی ہارمون (میلاٹونن) کو روک دیتی ہے، جس سے بچے کی نیند اور جسمانی نشوونما رک جاتی ہے۔ مسلسل بیٹھے رہنے سے بچوں میں موٹاپا اور نظر کی کمزوری تیزی سے بڑھ رہی ہے جو کہ صحت کے لیے سنگین خطرہ ہے۔

ذہنی نقصان : اسکرین بچے کو صرف ''دیکھنے والا (Consumer)'' بناتی ہے، ''سوچنے والا (Thinker)'' نہیں۔ علم حاصل کرنا اور کائنات پر غور و فکر کرنا مسلمان کی شان ہے، لیکن اسکرین نے بچوں سے ان کی ''قوتِ متخیلہ (Imagination)'' چھین لی ہے۔

جذباتی نقصان : جب ہم والدین موبائل میں گم ہوتے ہیں تو بچے ''محبت کے قحط'' کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ جذباتی خلا بھرنے کے لیے وہ غلط راستوں اور بیرونی دنیا کا انتخاب کرتے ہیں۔

سماجی نقصان : صلہ رحمی اور میل جول اسلام کا حکم ہے۔ اسکرین نے بچے کو کمرے تک محدود کر کے تنہائی پسند بنا دیا ہے۔ وہ آن لائن تو جڑا ہے، مگر حقیقی رشتوں سے کٹ چکا ہے۔

نفسیاتی حملہ : توجہ اور لذت کا کھیل

یہاں ایک اور باریک نکتہ سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اسکرین دو طریقوں سے ہمارے بچوں کے دماغ پر حملہ آور ہوتی ہے :

توجہ کی چوری : (Attention Snatching) خشوع اور یکسوئی ہماری عبادت اور کامیابی کی کنجی ہے۔ اسکرین ہماری توجہ کو ہائی جیک کر لیتی ہے۔ بچہ ٹک کر نہ بیٹھ سکتا ہے، نہ سوچ سکتا ہے۔ اس میں ADHD (توجہ کی کمی) کے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔

مزے کا نشہ : (Dopamine Trap) اسکرین اور سوشل میڈیا فوری لذت (Instant Gratification) دیتے ہیں۔ یہ دماغ میں ڈوپامین کا ایسا ہی نشہ پیدا کرتے ہیں جیسا کسی ڈرگ کا ہوتا ہے۔ اسلام ہمیں ''صبر'' اور ''مجاہدہ'' سکھاتا ہے، جب کہ اسکرین ہمیں ''بے صبری'' اور ''خواہشِ نفس'' کا غلام بناتی ہے۔

(اضافی تحقیقی نکتہ-Mirror Neurons) :

جدید سائنس ''مرر نیورانز (Mirror Neurons)'' کا نظریہ پیش کرتی ہے، جس کا مطلب ہے کہ بچے وہی کرتے ہیں جو وہ اپنے والدین کو کرتے

ہوئے دیکھتے ہیں۔ اگر ہم بچوں کو منع کریں لیکن خود موبائل میں لگے رہیں، تو بچے ہماری زبان سے نہیں بلکہ ہمارے عمل سے سیکھیں گے کہ ''اسکرین ہی سب سے اہم چیز ہے۔'' اس لیے اصلاح کا آغاز ہمیں اپنی ذات سے کرنا ہوگا۔

ہمارا لائحہ عمل (Action Plan):

اب سوال یہ ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ محض افسوس کرنے سے کچھ نہیں ہوگا، ہمیں درج ذیل عملی اور سخت اقدامات اٹھانے ہوں گے: خود احتسابی اور حدود (Self-Correction):

سب سے پہلے ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ کیا ہم خود بچے کے سامنے ضرورت سے زیادہ موبائل استعمال تو نہیں کر رہے؟ ہمیں گھر کا سربراہ ہونے کے ناطے اصول بنانے ہوں گے۔

اصول: 10 سال سے کم عمر بچے کو ذاتی موبائل ہرگز نہ دیں۔

ڈیجیٹل کرفیو: سونے سے 3 گھنٹے پہلے گھر کا وائی فائی بند کر دیں اور اسکرین ہٹا دیں تاکہ پرسکون نیند ممکن ہو سکے۔

نو اسکرین زون: کھانے کے دستر خوان اور بیڈ روم کو موبائل سے پاک قرار دیں۔

خاندانی وقت اور مکالمہ:

ہمیں روزانہ کم از کم ایک وقت کا کھانا سب کے ساتھ مل کر (بغیر موبائل کے) کھانا چاہیے۔ بچوں سے گہری فکری گفتگو کریں۔ مثلاً انہیں سمجھائیں کہ ''کیا ہر میٹھی چیز صحت کے لیے اچھی ہوتی ہے؟'' (انہیں بتائیں کہ اسکرین ایک میٹھا زہر ہے)۔ انہیں ''ضرورت'' اور ''خواہش'' کا فرق سمجھائیں تاکہ وہ مادہ پرستی (Materialism) سے بچ سکیں۔

فطرت کی طرف واپسی:

ہمیں بچوں کو لے کر باہر نکلنا چاہیے اور انہیں اللہ کی کائنات دکھانی چاہیے۔ ان ڈور لائف اسٹائل کے بجائے "Open-air lifestyle" اپنائیں۔ صبح کی دھوپ، فجر کے بعد کی برکت اور جسمانی کھیلوں (جیسے تیراکی، دوڑ، سائیکلنگ) کو معمول کا حصہ بنائیں۔

بہترین متبادل (Alternatives):

اسکرین چھین کر ہمیں انہیں متبادل دینا ہوگا۔ ہمیں انہیں انبیائے کرام اور صحابہ کے قصے سنانے چاہئیں، ان کے ساتھ ان ڈور اور آؤٹ ڈور گیمز کھیلنے چاہئیں۔ گھر کے کاموں، باغبانی اور نماز میں انہیں اپنے ساتھ شامل کریں۔

حرفِ آخر:

ہمیں یہ تلخ حقیقت یاد رکھنی چاہیے کہ اگر ہم نے اولاد کی تربیت میں غفلت برتی تو یہ ہمارے لیے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں پکڑ کا باعث ہو سکتا ہے۔ والدین ہونے کے ناطے پہلے ہمیں خود اسکرین کی لت سے نکلنا ہوگا، تب ہی بچے کی اصلاح ممکن ہوگی۔

آئیے اللہ کے حضور دعا کریں اور عہد کریں کہ ہم ٹیکنالوجی کو ضرورت کی حد تک رکھیں گے اور اسے اپنے گھر کی اقدار اور رشتوں پر حاوی نہیں ہونے دیں گے۔

''اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما، اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔'' [الفرقان: 74]

فہمِ قرآن کے معمار

انجینئر نوید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مرتب : ابو سمیع مداخیلی

انجینئر نوید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ یکم نومبر 1962ء کو کراچی کے ساحلی علاقے کیماڑی میں پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی خاص مشیت سے آپ کی ولادت شبِ جمعہ کو ہوئی۔ آپ نے اپنی زندگی کے ابتدائی آٹھ سال کیماڑی میں گزارے، جہاں آپ کا بچپن اور لڑکپن پروان چڑھا۔ اس دور میں کیماڑی کا دینی ماحول زیادہ سازگار نہیں تھا۔ ٹیلی ویژن نئی نئی ایجاد کے طور پر لوگوں میں مقبول ہو رہا تھا اور ریڈیو پر گانے اور فلمی پروگرام عوام کی دلچسپی کا مرکز تھے۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے ایک مختلف راستہ مقدر کر رکھا تھا۔

1978ء میں آپ کا خاندان کورنگی منتقل ہو گیا۔ اس وقت کورنگی کا علاقہ ترقی کے ابتدائی مراحل میں تھا اور وہاں بنیادی سہولیات بھی محدود تھیں۔ کئی سال تک بجلی میسر نہ ہونے کے باعث آپ ٹیلی ویژن اور دیگر غیر ضروری مشاغل سے محفوظ رہے۔ اسی دوران علاقے میں مسجدِ طیبہ کی تعمیر شروع ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مسجد سے وابستہ ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ یہی وابستگی بعد میں آپ کی دینی تربیت اور قرآنِ حکیم سے تعلق کی بنیاد بنی۔

تعلیم و تربیت :

اللہ تعالیٰ کا ایک خصوصی فضل یہ ہوا کہ آپ کو محترم مختار احمد فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی نصیب ہوئی، جو ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے کورنگی کی مسجدِ طیبہ میں درسِ قرآن اور عربی گرامر کے حلقے قائم کیے۔ نوید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عربی زبان اور قرآن فہمی کی ابتدائی تربیت انہی سے حاصل کی۔ فاروقی صاحب نے آپ پر خصوصی توجہ دی اور اپنی نگرانی میں آپ سے درسِ قرآن کا مطالعہ اور مشق کروائی۔ یوں قرآنِ حکیم سے ایک گہرا اور مضبوط تعلق قائم ہو گیا۔ بعد ازاں جب ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کراچی کی جامع مسجد ناظم آباد نمبر 5 میں دورۂ ترجمہ قرآن کا آغاز کیا تو آپ باقاعدگی سے ان مجالس میں شریک ہوتے رہے۔ ان محافل نے آپ کے فکری اور روحانی سفر پر گہرے اثرات مرتب کیے اور قرآنِ حکیم سے تعلق کو مزید مستحکم کر دیا۔

اسی زمانے میں آپ این ای ڈی انجینئرنگ یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم تھے۔ عام نوجوانوں کی طرح آپ کے ذہن میں بھی یہ منصوبہ تھا کہ انجینئرنگ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکہ جائیں اور وہاں سے ماسٹرز کی ڈگری حاصل کریں۔ لیکن 1988ء میں دورۂ ترجمہ قرآن میں شرکت اور قرآنِ حکیم کے گہرے مطالعے نے آپ کی زندگی کا رخ بدل دیا۔ آپ اس نتیجے پر پہنچے کہ انجینئر اور دیگر پیشہ ور افراد تو بہت ہیں، لیکن قرآن کے پیغام کو عام کرنے والے افراد کی تعداد کم ہے۔ چنانچہ آپ نے فیصلہ کیا کہ اپنی صلاحیتوں اور زندگی کو قرآنِ حکیم کی خدمت کے لیے وقف کریں گے۔

انجینئرنگ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے مزید کسی پیشہ ورانہ ڈگری کے حصول کے بجائے دینی علوم کی طرف توجہ دی۔ جامعہ کراچی سے اسلامیات کا کورس کیا اور عربی زبان و ادب کی تعلیم حاصل کی۔ اسی دوران قرآنِ حکیم کے پیغام کو عام کرنے کا جذبہ مزید پختہ ہوتا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے 1990ء میں آپ کی یہ خواہش پوری فرمائی اور آپ کو پہلی مرتبہ مسجدِ طیبہ میں دورۂ ترجمہ قرآن کرانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

جب 1991ء میں کراچی میں قرآن اکیڈمی قائم ہوئی اور فہمِ قرآن کے لیے ایک سالہ کورس کا آغاز کیا گیا تو آپ نے اس میں شمولیت اختیار کی۔

بعد ازاں اسی کورس کی تدریس اور تنظیمی ذمہ داریوں سے بھی وابستہ ہو گئے۔ 1991ء میں ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کراچی میں دورۂ ترجمہ قرآن کے بعد آپ کو مسلسل پانچ برس تک قرآن اکیڈمی میں دورۂ ترجمہ قرآن کرانے کا موقع ملا۔ 1989ء سے آپ نے اپنے رفقا کے ساتھ مل کر کراچی کے مختلف علاقوں میں دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کو فروغ دینا شروع کر دیا تھا۔ اسی سلسلے میں گلشنِ اقبال کے میٹ اینڈ ٹریٹ ہال میں بھی دورۂ ترجمہ قرآن کا انعقاد کیا گیا، جس سے دعوتِ قرآن کا دائرہ مزید وسیع ہوا۔

انجمن خدام القرآن سے مستقل وابستگی:

1994ء میں ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسے فرد کی ضرورت کا اظہار کیا جو فہمِ قرآن کے ایک سالہ کورس کی تدریس اور فروغ کے لیے خود کو مکمل طور پر وقف کر سکے۔ اس وقت نوید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک سرکاری ادارے میں انجینئر کی حیثیت سے ملازمت کر رہے تھے، لیکن انہوں نے اپنے استاذ کی اس دعوت پر لبیک کہا اور ملازمت ترک کر کے انجمن خدام القرآن سندھ کے ساتھ ہمہ وقتی طور پر وابستہ ہو گئے۔ یہ فیصلہ ان کی زندگی کا ایک اہم سنگِ میل ثابت ہوا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی محنت، اخلاص اور مسلسل جدوجہد کے نتیجے میں ایک سالہ فہمِ قرآن کورس کو غیر معمولی وسعت حاصل ہوئی۔ اس کورس سے بے شمار نوجوان وابستہ ہوئے جن میں بعد ازاں شجاع الدین شیخ، ڈاکٹر محمد الیاس، انجینئر نعمان اختر، عامر خان، انجینئر عثمان علی، راشد حسین شاہ، مفتی طاہر عبداللہ صدیقی، محمد عثمان، ڈاکٹر سید سعد اللہ اور دیگر کئی افراد نمایاں ہوئے۔ یہ تمام حضرات اسی تربیتی و تعلیمی سلسلے کے ثمرات میں شمار ہوتے ہیں اور آج مختلف میدانوں میں قرآن کی دعوت کے فروغ میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔

دورہ ترجمہ قرآن کی سعادت اور تنظیمی ذمہ داریاں:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انجینئر نوید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو (2009ء تک) انیس مرتبہ دورۂ ترجمہ قرآن کرانے کی سعادت حاصل ہو چکی تھی۔ 2008ء تک وہ انجمن خدام القرآن سندھ کے وظیفے پر خدمات انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں والد محترم کی وراثت سے ملنے والی رقم کو کاروباری بنیادوں پر سرمایہ کاری میں لگایا، جس سے حاصل ہونے والی آمدنی نے انہیں معاشی اعتبار سے خود کفیل بنا دیا۔ یوں وہ مکمل یکسوئی کے ساتھ دین کی خدمت اور دعوتِ قرآن کے کام میں مصروف ہو گئے۔

تنظیمی سطح پر بھی انہوں نے مختلف ذمہ داریاں نبھائیں اور تنظیم اسلامی کے ایک حلقے کی امارت کی ذمہ داری سنبھالی۔ کراچی میں قرآن اکیڈمی ڈیفنس، یاسین آباد اور گلستانِ جوہر میں جاری ایک سالہ فہمِ قرآن کورسز میں وہ باقاعدگی سے تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اور ہر ہفتے دروس و لیکچرز کے ذریعے طلبہ کی رہنمائی کرتے رہے۔

تدریس اور دعوت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں تحریری صلاحیتوں سے بھی نوازا۔ انہوں نے منتخب نصابِ قرآن کے مختلف حصوں پر علمی نکات مرتب کیے، جن میں خصوصاً منتخب نصاب نمبر دو کے اسباق پر ان کی تحریریں خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ ان کے یہ مضامین اور نکات ماہنامہ ''میثاق'' سمیت مختلف جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

انجینئر نوید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تمام خدمات کو اللہ تعالیٰ کا فضل اور اپنے اساتذہ کی تربیت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک دعوتِ رجوع الی القرآن ہی ان کی زندگی کا اصل مقصد ہے۔ وہ خود کو ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی شروع کردہ تحریکِ فہمِ قرآن کا ایک ادنیٰ کارکن سمجھتے ہیں۔ ان کی اور ان کے رفقا کی مسلسل کوششوں کے نتیجے میں کراچی میں دورۂ ترجمہ قرآن کا سلسلہ وسیع پیمانے پر پھیلا اور خصوصاً رمضان المبارک میں ہزاروں افراد ان پروگراموں سے مستفید ہونے لگے۔

اپنی زندگی کے اس سفر پر نظر ڈالتے ہوئے وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور دعا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوتاہیوں سے درگزر فرمائے،

ان کی معمولی خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں آخری سانس تک دین اسلام اور کتاب اللہ کے خدمت کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

وفات:

جناب حافظ انجینئر نوید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مختصر علالت کے بعد 29 رمضان المبارک 1436ھ بمطابق 17 جولائی 2015ء بروز جمعہ عین خطبے کے دوران ہمیں داغ مفارقت دے گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون!

(ماخوذ از 'ندائے خلافت' شمارہ نمبر: 43-44، نومبر 2009ء)

ماہانہ رپورٹ برائے
آئینۂ انجمن

قرآن اکیڈمی ڈیفنس

مؤرخہ 6 اپریل 2026ء سے رجوع الی القرآن کورس کے 33 ویں بیچ کا آغاز ہوا۔ جس میں ابتداءً 25 حضرات اور 25 خواتین جب کہ آن لائن شرکت کرنے والوں کی تعداد 55 ہے۔ رواں ماہ خصوصی محاضرات کے ذیل میں ''اسلام کی نشأۃ ثانیہ: کرنے کا اصل کام'' (استاذ ڈاکٹر انوار علی صاحب) اور ''محرم الحرام: فضائل و مسائل'' (استاذ حذیفہ محمود صاحب) کے لیکچر منعقد ہوئے۔

ہر سال کی طرح اس سال بھی بچوں اور بچیوں کے لیے علیحدہ علیحدہ سمر اسلامک کیمپ کا انعقاد کیا گیا جس میں جونیئر گروپ (6 تا 10 سال کے بچے و بچیوں) کی کلاسز دوپہر 2:00 تا 3:00 بجے، جب کہ ٹین ایجر گروپ (11 تا 14 سال کے لڑکے و لڑکیوں) کی کلاسز 3:30 تا 4:30 بجے منعقد ہو رہی ہیں۔ کورس کا دورانیہ تین ہفتے جب کہ کلاسز پیر تا جمعرات منعقد ہوں گی۔ علاوہ ازیں کیمپ کے شرکا کے لیے روزانہ ریفریشمنٹ کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔

اسی طرح طلبہ و طالبات کے لیے دینی تعلیم کے ضمن میں طہارت، وضو، غسل، نماز اور بنیادی مسائل کے ساتھ ساتھ مختلف غیر نصابی و ہم نصابی سرگرمیوں کا بھی اہتمام کیا گیا جن میں نمایاں طور پر درج ذیل سرگرمیاں رہیں:

- Team Building
- Aerobics
- Time Management
- Emotional Intelligence
- First Aid and Fire Safety
- Time Travel
- Who wants to be a Jannati (Quiz)
- Mind Mapping
- Art & Craft
- Problem Solving

کیمپ میں جونیئر گروپ کے 51 اور ٹین ایجر گروپ کے 31 طلبہ و طالبات شریک ہیں۔ کیمپ کے اختتام پر تمام شرکا کو سرٹیفیکیٹس اور انعامات سے نوازا جائے گا۔

مدرسہ کے تمام شعبہ جات میں عید الاضحیٰ کی تعطیلات کے بعد 4 جون 2026ء سے تدریسی سرگرمیاں معمول کے مطابق جاری ہیں۔

24 جون 2026ء کو مدرسے کے ششماہی امتحان کا انعقاد کیا گیا جس میں بطور ممتحنین اقراء روضۃ الاطفال کلفٹن سے اساتذہ کو مدعو کیا گیا۔ جب کہ نتائج کا اعلان والدین اور اساتذہ ملاقات کے دوران ماہِ جولائی میں کیا جائے گا۔

دوران ماہ مسجد میں پہلا جمعہ محمد نعمان صاحب، دوسرا اور چوتھا جمعہ شجاع الدین شیخ صاحب جب کہ تیسرا جمعہ سہیل راؤ صاحب نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

دورانِ ماہ مسجد میں پانچ نکاح کی تقریبات منعقد ہوئیں۔

الحمدللہ! ادارے میں مؤرخہ 19 جون تا 28 جون 2026ء درج ذیل تربیتی کورسز کا کامیابی سے انعقاد کیا گیا، جن میں شرکائے کرام کی تعداد حسبِ ذیل رہی:

- نقبا کورس: 19 تا 21 جون - 50 شرکا
- بتدی کورس: 20 تا 26 جون - 140 شرکا
- ملتزم کورس: 20 تا 26 جون - 40 شرکا
- ذمہ داران ریفریشر کورس: 26 تا 28 جون - 120 شرکا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان تمام کورسز میں مجموعی طور پر 350 شرکا نے شرکت کی اور تربیتی مقاصد سے خاطر خواہ استفادہ کیا۔

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد

رجوع الی القرآن کورس 27-2026 (سال اول سیکشن اے) میں 61 حضرات اور 103 خواتین، رجوع الی القرآن کورس (سال اول سیکشن بی) میں 43 حضرات اور رجوع الی القرآن کورس (سال دوم) میں 21 حضرات اور 18 خواتین شرکت کر رہے ہیں۔

رجوع الی القرآن کورس (سال اول سیکشن اے، بی) کے تحت ''محرم الحرام: فضائل و مسائل'' (استاذ حافظ محمد اسد صاحب)، اور ''محرم الحرام: فضائل و مسائل'' (استاذ سید محمد مصطفیٰ صاحب) کے موضوعات پر لیکچرز منعقد ہوئے۔

حلقات و دوراتِ دینیہ کے تحت اس وقت ''دورۂ ترجمہ قرآن (بعد نماز عشاء)''، ''مختصر درس قرآن (اہلِ محلہ / نمازی حضرات کے لیے بعد نماز ظہر)''، ''سلسلہ وار دورۂ ترجمہ قرآن (خواتین)''، ''دراساتِ دینیہ سال اول و دوم''، ''مختصر درس حدیث (اہلِ محلہ / نمازی حضرات بعد نماز عصر)''، ''تجوید القرآن سہ پہر''، ''اذان کورس''، ''عربی تکلم کورس''، ''سلسلہ وار دورۂ ترجمہ قرآن''، ''علم و حکمت کے موتی سورۃ یوسف کی روشنی میں'' اور ''سمر تربیہ کیمپ'' جاری ہے، جس میں اوسط تعداد 640 کے قریب ہوتی ہے۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ میں درجہ حفظ کے تحت 85 طلبہ اور درجہ قاعدہ کے تحت 16 طلبہ جب کہ درجہ ناظرہ میں 16 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ جب کہ مدرسۃ البنین و البنات (سہ پہر 2:30 تا 4:30) کے تحت درجہ قاعدہ میں 150 اور درجہ ناظرہ کے تحت 103 طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ علاوہ ازیں مغرب تا عشاء حلقہ میں مقیم طلبہ کرام اور اہلِ محلہ و گرد و نواح کے حضرات کے لیے ناظرہ قرآن کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔

شعبہ دعوت و تبلیغ کے تحت رواں ماہ پہلا اور تیسرا جمعہ، ''فکر آخرت'' اور ''فضائل و مناقب خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ'' (محترم محمد ارشد صاحب) جب کہ دوسرا جمعہ ''محرم الحرام: فضائل و مسائل'' (محترم عاطف محمود صاحب) اور چوتھا جمعہ ''قصۂ آدم و ابلیس'' (محترم سید سلیم الدین صاحب) نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

مسجد میں چھ نکاح کی تقریبات منعقد ہوئیں۔

شعبہ تصنیف و تالیف کے تحت ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے منتخب نصاب (تفصیلی ویڈیوز) حصہ چہارم درس نمبر (17) کے حصہ ہشتم و حصہ نہم بعنوان ''جہاد و قتال فی سبیل اللہ سورۃ الصف کی روشنی میں'' کی فورمیٹنگ، ترمیم و ترتیب اور تصحیح مکمل کی گئی، جب کہ حصہ دہم پر کام جاری ہے۔

اسی طرح حصہ چہارم درس نمبر (18) بعنوان انقلاب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اساسی منہاج: ''افراد کی تیاری کا نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طریقہ کار'' حصہ چہارم کی فورمیٹنگ، ترمیم و ترتیب اور تصحیح مکمل کی گئی، جب کہ حصہ پنجم پر کام جاری ہے۔

آئینہ انجمن ماہ جون کو مکمل کیا گیا۔ آئینہ انجمن ماہ جون کے لیے ایک ڈیزائن بنایا گیا۔ نیز ماہنامہ آئینہ انجمن ماہِ جون شمارے کی مکمل نظر ثانی و تصحیح کی گئی۔

ماہنامہ آئینہ انجمن کے لیے ایک مضمون بعنوان ''خلیفۂ سوم سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ : سیرت ، خدمات اور شہادت'' تیار کیا گیا۔ علاوہ ازیں ماہنامہ آئینہ انجمن کے لیے ایک تحریر بعنوان ''اپنے بچوں کی تعلیمی چھٹیوں کو کام میں لائیں'' کے مواد کو کمپوز کیا۔ اور اس تحریر میں ایڈیٹنگ، نظر ثانی و تصحیح کر کے مضمون کی صورت میں تیار کیا گیا۔

ماہنامہ آئینہ انجمن کے لیے ایک مضمون ''بعنوان : غور و فکر کا نتیجہ ''کمپوز کر کے نظر ثانی کی گئی۔

پیغام قرآن کے تحت سورۃ الطلاق اور سورۃ التحریم کی کمپوزنگ مکمل ہو چکی ہے، جب کہ سورۃ الملک کی کمپوزنگ جاری ہے۔

شعبۂ سوشل میڈیا کے تحت درج ذیل امور انجام دیے گئے : پروموز: ''علم و حکمت کے موتی (سورۃ یوسف کورس : قرآن اکیڈمی یٰسین آباد)''، ''سمر تربیہ کیمپ—قرآن اکیڈمی کورنگی، قرآن اکیڈمی یٰسین آباد(3)''، ''سوال یہ ہے—پوڈکاسٹ ڈاکٹر انوار علی''، ''مختصر دورانیہ کورسز—قرآن مرکز لانڈھی''، ''غسل و تکفین و تدفین میت ورکشاپ—قرآن اکیڈمی یٰسین آباد''، ''احادیث صحیحہ کورس—قرآن اکیڈمی ڈیفنس''، ''تذکیر بالقرآن کورس برائے خواتین—قرآن اکیڈمی یٰسین آباد''، ''احکام و مسائلِ طہارت و نماز برائے خواتین—قرآن اکیڈمی یٰسین آباد''، ''منتخب نصاب صرفی و نحوی تحلیل کورس—قرآن اکیڈمی یٰسین آباد'' اور ''قرآن فہمی کورس—قرآن اکیڈمی یٰسین آباد''۔

خطابِ جمعہ کلپس :	
5 جون 2026ء—26 کلپس	15 جون 2026ء- 17 کلپس
22 جون 2026ء-23 کلپس	27 جون 2026ء-26 کلپس

ویڈیو شوٹ	
آج کی دعا، آج کی حدیث، آج کی آیت (دفتر سوشل میڈیا)	انٹرویو- محترم فیصل منصوری صاحب (نائب صدر انجمن)
جھلکیاں : کارپوریٹ لیکچر ڈاکٹر انور (امریلی اسٹیلز)	

قرآن اکیڈمی کورنگی

رجوع الی القرآن کورس سال 27-2026 میں 17 حضرات 42 خواتین شریک ہیں۔ رواں ماہ خصوصی محاضرات کے ذیل میں ''محرم الحرام : فضائل و مسائل''، (استاذ محمد ہاشم صاحب) کے موضوع پر لیکچر منعقد ہوا۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ قرآن اکیڈمی کورنگی للبنین والبنات میں شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں کل 48 جب کہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 104 طلبہ اور شعبہ بنات میں 124 طالبات جب کہ بڑی عمر کی خواتین کی ناظرہ قرآن میں 28 خواتین زیرِ تعلیم ہیں۔

درجہ حفظ کے طلبہ کو مطالعہ قرآن حکیم کی تدریس میں سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الضحیٰ کا درس دیا گیا۔ اسی طرح ''فلسفہ قربانی : قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روشنی میں'' (جناب حافظ ریان صاحب) کا لیکچر منعقد ہوا۔

شعبہ بنات میں درجہ قاعدہ کی طالبات کے لیے ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانیاں اور اللہ کا ادب''، درجہ ناظرہ کی طالبات کے لیے ''خیانت اور منافق کی نشانیاں''، اور ''شہید مظلوم حضرت عثمان غنی و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما'' جب کہ ناظرہ قرآن کی خواتین کے لیے ''حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا'' کے موضوعات پر خصوصی لیکچرز منعقد ہوئے۔

قرآن اکیڈمی کورنگی شعبہ خواتین کے تحت جاری امور خانہ داری و تربیتی کورس میں 15 طالبات شرکت کر رہی ہیں۔ نیز ان طالبات کے لیے ''محرم الحرام کی فضیلت و اہمیت'' کے موضوع پر ایک تربیتی لیکچر منعقد کیا گیا۔

قرآن اکیڈمی کورنگی میں تنظیم اسلامی کورنگی شرقی شعبہ خواتین کے تحت ''قرآن کا فلسفہ شہادت اور محرم الحرام کی فضیلت'' کے موضوع پر ماہانہ درسِ قرآن منعقد ہوا۔ جس میں 65 خواتین نے شرکت کی۔ نیز تنظیم اسلامی کورنگی شرقی کے تحت شام کے اوقات میں عربی گرامر کورس میں تقریباً 15 حضرات شرکت کر رہے ہیں۔ تدریس کی ذمہ داری جناب حافظ ریان صاحب ادا کر رہے ہیں۔

دعوت و تبلیغ کے ضمن میں قرآن اکیڈمی کورنگی سے متصل جامع مسجد طیبہ میں دورانِ ماہ تنظیم اسلامی کے تحت سلسلہ وار دورۂ ترجمہ قرآن میں سورۃ ھود کا بیان جاری ہے۔ مدرس کی ذمہ داری صدرِ انجمن خدام القرآن سندھ، جناب انجینئر نعمان اختر صاحب نے ادا فرماتے ہیں، جس میں اوسطاً 70 حضرات نے شرکت کی۔ نیز ماہِ محرم الحرام کی مناسبت سے ''محرم الحرام کی فضیلت اور منکراتِ محرم'' کے موضوع پر خصوصی خطاب کا انعقاد کیا گیا۔

دی ہوپ اسلامک اسکول

اسکول میں موسمِ گرما کی تعطیلات جاری ہیں۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

رواں ماہ رجوع الی القرآن کورس (27-26) میں 41 حضرات اور 45 خواتین سمیت کل 89 شرکا شرکت کر رہے ہیں۔ رواں ماہ خصوصی محاضرات کے ذیل میں ''سفر آخرت کے مراحل'' (جناب سید محمد مصطفیٰ صاحب) اور ''مسلمان خواتین کے دینی فرائض'' (جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب) کے موضوعات پر لیکچرز منعقد ہوئے۔

بعد از نماز فجر ''درس قرآن و حدیث'' (جناب ندیم گیلانی اور قاری غلام اکبر صاحبان)، بعد از نماز عصر ''درس حدیث'' (قاری غلام اکبر صاحب)، بعد از نماز ظہر ''اصلاحی خطبات اور خلاصہ مضامین قرآن'' (جناب جمیل صاحب) اور بعد از نماز فجر ''تجوید'' (قاری محمد ارسلان صاحب) جاری ہے۔

واٹس ایپ پر ''عربی گرامر'' کے ساتویں بیج کا آغاز کیا گیا جس میں 800 طلبہ نے شمولیت اختیار کی۔ اسی طرح بچوں اور بچیوں کے لیے سمر کورس منعقد کیا گیا، جس میں 100 سے زائد بچوں اور بچیوں نے شرکت کی، علاوہ ازیں ہفتہ وار قرآن فہمی کورس کا آغاز ہوا جس میں 30 طلبہ نے شرکت کی۔ رواں ماہ آئینہ انجمن کے لیے مضامین تیار کر کے شعبہ تصنیف و تالیف کو ارسال کیے گئے۔

مدرسۃ القرآن میں قاعدہ و ناظرہ کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے، جہاں تقریباً 40 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

رواں ماہ خطبہ جمعہ کی سعادت مدیر ادارہ جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب نے حاصل کی۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد میں تسلسل کے ساتھ رجوع الی القرآن کورس میں تقریباً 18 حضرات اور 38 خواتین شریک ہیں۔ اس ماہ دو اسپیشل لیکچرز ''اسلام کی نشأۃ ثانیہ'' (استاذ ڈاکٹر انوار علی صاحب) اور ''محرم الحرام: فضائل و مسائل'' (استاذ عاطف محمود صاحب) منعقد ہوئے۔

ان شاء اللہ آئندہ ماہ ''دینی فرائض کا جامع تصور، مسلمان خواتین کے دینی فرائض اور سفر آخرت کے مراحل'' کے عنوانات پر دروس کا اہتمام کیا جائے گا۔

اسی طرح ہفتہ وار تفسیر القرآن کورس کے تحت سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کے ابتدائی تین رکوع مکمل ہو چکے ہیں۔ جب کہ موسم گرما کی تعطیلات میں بچوں اور بچیوں کے لیے سمر تربیہ کیمپ جاری ہے۔

مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ میں اور بعد نمازِ مغرب بالغان کے لیے بھی قاعدہ و ناظرہ قرآن کی تعلیم اور بروز جمعہ بعد نمازِ مغرب تذکیر بالقرآن کے تحت درسِ قرآن کا سلسلہ جاری ہے۔

شعبہ سندھی تصنیف و تالیف کے تحت بانی تنظیم اسلامی و مؤسس انجمن خدام القرآن ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے تقریباً 60 کے قریب مختلف کتابچہ وکتب کا ابتدائی سندھی ترجمہ کیا جا چکا ہے۔

قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن

الحمدللہ رجوع الی القرآن کورس سال اول جاری ہے۔ اس ماہ خصوصی محاضرات کے تحت دو خصوصی لیکچرز ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' (استاد عمران چھاپڑہ صاحب) اور ''محرم الحرام: فضائل و مسائل'' (استاذ عاطف محمود صاحب) منعقد ہوئے۔

سمر تربیہ کیمپ چار ہفتوں پر مشتمل ہے، جس کی کلاسز ہر منگل، جمعرات اور ہفتہ شام 3 بجے سے 5 بجے تک منعقد ہوئیں۔ شرکا کو عمر کے لحاظ سے مختلف گروپس میں تقسیم کیا گیا، جن میں کڈز (6 تا 10 سال)، گرلز (6 تا 10 سال) اور بوائز (8 تا 12 سال) شامل تھے۔ بوائز کے لیے اسلامی کہانیاں، لائف اسکلز، ٹیکنالوجی اسکلز، گروپ پروجیکٹس، مصنوعی ذہانت، ویب سائٹ ڈیزائننگ، ای مارکیٹنگ، گیمز اور اسپورٹس مقابلوں جیسے موضوعات رکھے گئے، جب کہ گرلز کو قرآن و حدیث، ایموشنل انٹیلیجنس، ابتدائی عربی، آرٹ اینڈ کرافٹ، پرسنل ڈیولپمنٹ، گول سیٹنگ اور ابتدائی سلائی کی تربیت دی گئی۔

Topics for boys: اسلامی اسٹوریز، لائف اسکلز، ٹیکنالوجی اسکلز، گروپس پروجیکٹ اور ایکٹیویٹز، واٹ از سکلیز، آرٹیفیشل انٹیلیجنس، گیمز اور ویب سائٹ ڈیزائننگ، E bay shops اور E مارکیٹنگ، اسپورٹس کمپیٹیشن۔

Topics for girls: قرآن وحدیث، ایموشنل انٹیلیجنس، ابتدائی عربی، آرٹ اور کرافٹ، پرسنل ڈیولپمنٹ اینڈ گول سیٹیگ، ابتدائی اسٹیچس۔

اس کے علاوہ 12 سال اور اس سے زائد عمر کی بچیوں کے لیے ایک خصوصی تربیہ کیمپ بھی منعقد کیا گیا، جو پانچ ہفتوں پر مشتمل ہے۔ اس کی نشستیں ہر ہفتے صرف ہفتہ کے روز شام 3 بجے سے ساڑھے 5 بجے تک منعقد ہوتی ہیں اور یہ پروگرام ماہِ جولائی تک جاری رہے گا۔

سیلف ڈیولپمنٹ اور قرآنک ریفلیکش کے تحت متعدد اہم مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔

حفظ و ناظرہ بوائز و گرلز کی کلاسز جاری ہیں۔ علاوہ ازیں اس ماہ ایک I.T آفیسر جزوقتی رکھا گیا۔

قرآن مرکز لانڈھی

مدرسۃ القرآن للحفظ و القراءۃ للبنین و البنات میں شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں 55 جب کہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 43 طلبہ اور شعبہ بنات میں 56 طالبات زیر تعلیم ہیں۔

حلقات و دورات دینیہ کے تحت حضرات کے لیے بعد نماز عشاء آسان عربی گرامر برائے قرآن فہمی، اور مطالبات قرآن 'جب کہ بچیوں کے لیے سمر تربیہ کیمپ کا آغاز کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ماہانہ درس (برائے خواتین) دوپہر کے اوقات میں انعقاد کیا گیا۔ اسی طرح نوجوانوں کے لیے یوتھ میٹ اپ کا انعقاد کیا گیا جس کے مقرر جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب تھے، اس کلاس میں نوجوانوں کی بڑی تعداد شریک ہوئی۔

ہفتہ وار درسِ قرآن (بروز جمعہ) میں سورۃ الانبیاء کا مطالعہ جاری ہے۔ امیر لانڈھی تنظیم و ناظم مرکز محترم محمد ہاشم صاحب درس کی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں۔

ایک روزہ
فیملی ورکشاپ
والدین اور بچوں کے لیے خصوصی سیشن
محض 4 گھنٹے، پوری فیملی کے ساتھ دین سیکھیں!
میاں بیوی اور والدین کے لیے
حقوق زوجین اور دینی ذمہ داریاں
موضوعات
مثالی شوہر اور مثالی بیوی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گھریلو زندگی
مسلمان مرد و خواتین کی دینی ذمہ داریاں
اور
ان کی ادائیگی میں باہمی معاونت
بچوں کے لیے
ایمان کا سفر
موضوعات
اللہ کی پہچان اور اس کی صفات
جنت، دوزخ اور آخرت کے مراحل کا بیان
میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
میرا ایمان، میری طاقت
تاریخ
18 جولائی 2026ء
بروز ہفتہ
اوقات
صبح 09:00 بجے
تا 01:00 بجے
دورانیہ
4 گھنٹے
مقام
قرآن اکیڈمی یٰسین آباد
شارع قرآن اکیڈمی، بلاک 9،
فیڈرل بی ایریا، کراچی
0331-7292223
شرکاء کی تواضع کے لیے ریفرشمنٹ کا انتظام موجود ہے
@QuranAcademyYaseenabad
QuranAcademyYaseenabad
@QAYaseenabad
@QAYaseenabad
www.QuranAcademy.edu.pk

شعبۂ ملٹی میڈیا

خطباتِ جمعہ (محترم شجاع الدین شیخ صاحب):

ماہِ جون 2026ء میں محترم شجاع الدین شیخ صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطبات کی ویڈیو ریکارڈنگ کی گئی جسے انجمن اور تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ اور سوشل میڈیا پر شائع کیا گیا:

سفرِ آخرت کے مراحل اور ہماری ذمہ داری (مکہ مکرمہ)
رسول اللہ ﷺ سے ہمارے تعلق کے تقاضے (مکہ مکرمہ)

- خطبہ جمعہ کے مختصر کلپس (دورانیہ 5 منٹ)۔ ویڈیو ریکارڈنگ کرکے مرکز کو فراہم کیے گئے۔
- خطباتِ شہادت کی ریکارڈنگ — قرآن اسٹوڈیو میں اسٹوڈیو سیٹ اپ، کیمرہ سیٹنگ، لائٹنگ اور مکسر سیٹنگ کے بعد ریکارڈنگ اور آرکائیونگ مکمل کی گئی۔
- خطباتِ شہادت کی ایڈیٹنگ — اقساط نمبر 01 تا 10 کی ایڈیٹنگ مکمل کی گئی۔

تقریبات سے متعلق معاونتی سرگرمیاں اور اندرونی امور:

- Virtual Set — خطباتِ شہادت پروگرام کے لیے تخلیقی ڈیزائننگ کے ذریعے ورچوئل سیٹ تیار کیا گیا۔
- گرافکس/پریزنٹیشن — نیم بینڈ، پوائنٹرز اور پی پی ٹی کے لیے مطلوبہ پوائنٹس تیار کیے گئے۔
- اسٹوڈیو سیٹ اپ — آئندہ پوڈکاسٹ ریکارڈنگز کے لیے اسٹوڈیو تیار کیا گیا، جس میں لائٹنگ، 2 تا 3 کیمرہ سیٹ اپ، ٹیبل و بیک گراؤنڈ سیٹ اپ اور اوبی سیٹ اپ (مکسر اور ریکارڈرز کی سیٹنگ) شامل ہے۔
- نگرانِ انجمن محترم شجاع الدین شیخ صاحب کا مکمل ڈیٹا منظم فولڈرز کی صورت میں ڈرائیوز میں کاپی کیا گیا اور ناظمِ اعلیٰ عطاء الرحمٰن عارف صاحب کے ذریعے مرکز بھیجا گیا۔
- ڈاکٹر انوار علی ابرار صاحب کی ''اسلام کی نشاۃ ثانیہ'' کی ریکارڈنگ (مجموعی دورانیہ تقریباً 8 گھنٹے)۔ اوبی سیٹ اپ (مکسر، ریکارڈرز، کیمرہ فریمنگ)، لائیو مکسنگ اور ڈیٹا آرکائیونگ کی گئی۔
- شعبۂ ملٹی میڈیا کے رکن محمد ابرار خان صاحب قرآن اکیڈمی کورنگی میں سمر تربیت کیمپ میں بطور مینٹور، کور ٹیم ممبر اور کورس کوآرڈینیٹر خدمات انجام دے رہے ہیں، جس میں ''سیرت سے اسباق'' کی تدریس اور سرگرمیوں کی نگرانی شامل ہے۔

انجمن خدام القرآن اغراض و مقاصد

انجمن خدّام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی کے قیام کا مقصد منبع ایمان اور سرچشمۂ یقین قرآن حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت ہے۔ تاکہ اُمت مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہوجائے اور اس طرح اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی کی راہ ہموار ہو سکے۔

انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی کے اغراض و مقاصد:

- عربی زبان کی تعلیم و ترویج۔
- قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق۔
- علومِ قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت۔
- ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم و تربیت جو تعلّم و تعلیم قرآن کو اپنا مقصدِ زندگی بنالیں، اور
- ایک ایسی قرآن اکیڈمی کا قیام جو قرآنِ حکیم کے فلسفہ و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کرسکے۔

☆☆☆

بانی: ڈاکٹر اسرار احمد علیہ رحمۃ اللہ

مرکزی دفتر انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی، رجسٹرڈ 375 – B، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی۔ فون نمبر 7 – 34993436 – 021